رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سماجیات

(قرآنی بصیرت اور سیرت طیبہ کی روشنی میں)

پروفیسر اختر الواسع

...ہے کہ علامہ کاسانی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اکثر صحابہ کے نزدیک طلاق سکران واقع ہوجاتی ہے، لیکن اس پر انہوں نے نہ کوئی دلیل پیش کی ہے، نہ کسی صحابی کا قول ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی توضیح کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع: ۳/۱۵۸)

۶۔ معتوہ (کم فہم اور نا تدبیر) پر قیاس

''واختاره الطحاوي واحتج بأنهم أجمعوا على أن طلاق المعتوه لا يقع، قال: والسكران معتوه بسكره'' (فتح الباری ۹،۴۸۹)۔ (امام طحاوی نے اس کو اختیار کیا ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ معتوہ کی طلاق واقع نہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، اسی طرح نشہ والا اپنے نشہ کی وجہ سے معتوہ کے حکم میں ہے)۔

۷۔ ''والقياس الصحيح المحض على زائل العقل بدواء أو بنج أو مسكر هو معذور بمقتضى قواعد الشريعة، فإن السكران لاقصد، فهو أولى بعدم المؤاخذه فمن اللاغي'' (اعلام الموقعين ۴،۴۹)۔
(دوا، بھنگ یا ایسی منشیات کا استعمال کیا، جن میں شرعی قواعد کے مطابق معذور ہے اور اس کی عقل زائل ہوگئی (تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی) اس کے مطابق صحیح قیاس یہ ہے کہ جان بوجھ کر منشیات استعمال کرنے والے کی بھی طلاق واقع نہ ہو، کیونکہ اس کا ارادہ طلاق دینے کا نہیں ہے، معتوہ کے مقابلہ میں وہ زیادہ نا قابل مؤاخذہ ہے)۔

۸۔ دوسری نظائر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہ ہو، ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''من كسر ساقيه جاز له أن يصلي قاعداً، ولو ضربت المرأة بطنها فنفست سقطت عنها الصلاة، ولوضرب رأسه فجن سقط التكليف'' (المغنی ۷،۲۸۹-۲۹۰)۔ (جو خود اپنی پنڈلی توڑ ڈالے، اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، اگر عورت اپنے پیٹ پر مارے اور اس کو نفاس کا خون آنے لگے، تو اس سے نماز معاف ہوجائے گی، اسی طرح اگر کسی نے اپنے سر پر مارا جس کی وجہ سے وہ پاگل ہوگیا، تو اس پر سے شرعی پابندی اٹھ جائے گی)۔

طلاق سکران کی وجوہات اور ان کا جائزہ

قائلین طلاق سکران کے نزدیک تین وجوہ پیش نظر ہیں، جیسا کہ علامہ نووی نے ذکر کیا ہے:

Marfat.com

یا صاحبَ الجمالِ ﷺ و یا سیّدَ البشر ﷺ
مِن وَجہکَ المُنیر لقد نُوِّرَ القمر
لا یُمکِنُ الثّناءُ کما کانَ حقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سماجیات

(قرآنی بصیرت اور سیرت طیبہ کی روشنی میں)

پروفیسر اختر الواسع

M/30472

کتب خانہ سیرت
شاپ ۱۳۳، تیسری منزل، بک مال،
اردو بازار۔ کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہے

نام کتاب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سماجیات
(قرآنی بصیرت اور سیرت طیبہ کی روشنی)

مؤلف: پروفیسر اختر الواسع

اشاعت اول: ربیع الاول ۱۴۳۹/نومبر ۲۰۱۷ء

تعداد: ایک ہزار

صفحات: ۱۱۲

297.9921
1 30 9
140512

ناشر

کتب خانہ سیرت

شاپ ۳۱۴، تیسری منزل، بک مال، اردو بازار۔ کراچی
0333-3114696, 0321-2834249
Whatsapp:0301-2558476
Fb.com/kutbkhanaseart

Marfat.com

فہرست

۱۔	پیش لفظ	۴
۲۔	سیرت طیبہ: اتحادِ قول وعمل کا آئینہ	۷
۳۔	سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سماجی انصاف کی تعلیم	۲۵
۴۔	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی	۵۹
۵۔	اکیسویں صدی میں اسلامی موقف	۷۲
۶۔	ماحولیاتی تطہیر کا تصور اسلام میں	۸۳
۷۔	خطبۂ حجۃ الوداع	۱۰۲

Marfat.com

عرض ناشر

سیرت طیبہ کے حوالے سے ایک روایت اور مضبوط روایت خطباتِ سیرت کی ہے، ماضی میں اس روایت کے تحت شاہ کار کتب میسر آئیں، جن کا نام اور مقام اردو میں لکھنے والے اہلِ علم میں نمایاں ہے۔ یہ روایت آج بھی موجود ہے، اور اردو میں اس نوعیت کی کتب مسلسل سامنے آرہی ہیں۔ زیرنظر کتاب بھی درحقیقت خطبات پر مشتمل ہے۔ یہ خطبات انجمن اسلام ممبئی، تحریک الامین، بنگلور، کلچرل سوسائٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اور سیرت النبی کمیٹی کی دعوت پر ۱۹۹۱ء اور ۲۰۰۳ء کے درمیان پیش کیے گئے۔

یہ تمام خطبات سماجیات سے تعلق رکھتے ہیں اور چوں کہ اس موضوع پر لٹریچر بہت زیادہ دست یاب نہیں، اس لیے ان خطبات کو ہم نے اپنے سلسلۂ اشاعت کے لیے منتخب کیا ہے، یہ کتاب اس سے قبل انڈیا سے شائع ہو چکی ہے۔ اب اس کا پاکستانی ایڈیشن پیش کیا جارہا ہے۔

محمد عارف گھانچی

۳ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / ۲۲ نومبر ۲۰۱۷ء

Marfat.com

پیش لفظ

یہ انسان اور انسانی تہذیب کے سفر کا عجیب تضاد ہے کہ جیسے جیسے انسانی تہذیب نے ارتقاء کی منزلیں سر کی ہیں انسان اپنے اندر کی وحشتوں اور باہر کی کشاکشوں میں اور زیادہ مبتلا ہوتا چلا گیا ہے۔ علم میں فروغ کے ساتھ ساتھ جہالت میں بھی اضافہ ہوتا رہا ہے۔ آگہی کا دائرہ وسیع تر ہوا ہے تو خود فراموشیوں کے سلسلے بھی دراز تر ہوئے ہیں۔ ظاہری بینائی بڑھی ہے تو چشم باطن بصارتوں سے محروم ہوتی چلی گئی ہے۔ یہ جاننے کے لئے بہت زیادہ علم و فضل اور مطالعے کی ضرورت نہیں ہے کہ آج کے معاشرے جو پہلے سے کہیں زیادہ منظم، مرتب اور 'مہذب' ہیں اندرونی انتشار اور طرح طرح کے بحرانوں کے شکار ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی بے پناہ اور محیر العقول ترقی نے انسانوں کو بہت سی کامرانیاں اور قوتیں دی ہیں۔ مواصلاتی اور اطلاعاتی انقلاب نے دنیا کو سمیٹ کر ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سارے زمانے کے علم کا دریا آنکھوں کے کوزوں میں سمٹ آیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود وحشتیں، اقتدار کی ہوس، ظلم و جبر اور تشدد بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر طرف مفاد پرستی، لالچ، منافرت، بغض و عناد اور لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہے۔

اس دوران انسانوں کے خالق اور رب نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے جو الہامات اور پیغامات اپنے رسولوں کے ذریعے ارسال کئے تھے انہیں انسانوں نے اپنی وجہ اصلاح اور چراغ راہ بہت کم بنایا ہے۔ تمام تر پیغامات الٰہی اور صحائف سماوی طاق نسیاں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ ان کے نام لیوا ان کے نام پر ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار تو

Marfat.com

ہوتے ہیں مگر ان سے روشنی حاصل کر کے اس دنیا کو آخرت کی کھیتی بنانے اور اپنی زندگی رضائے رب کے مطابق گذارنے کے لئے کم ہی آمادہ ہوتے ہیں۔ اس تمام تر آشوب آگہی اور روحانی بحران میں بہت بڑی ذمے داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اپنے آپ کو آخری ودائمی پیغام الٰہی کا امین تصور کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان اور انسانی زندگی کو درپیش ہونے والے تمام ممکنہ سوالات ومسائل کا حل اسلام میں موجود ہے تو پھر یہ دنیا اتنے شدید بحرانوں کی شکار کیوں ہے اور انسانی تہذیب کا سفر ایک اندھی گلی میں پہنچا ہوا کیوں نظر آرہا ہے؟ کیا اس کے لئے موجودہ زمانے کے مسلمان ذمے دار نہیں ہیں؟ اس کتاب میں شامل خطبات اسی تکلیف دہ احساس سے نجات پانے کی ایک مخلصانہ اور عاجزانہ کوشش ہے۔ وما علینا الا البلاغ

پروفیسر اختر الواسع

۲۴/اپریل ۲۰۰۴ء

مطابق

۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

Marfat.com

سیرت طیبہؐ: اتحاد قول و عمل کا آئینہ*

(۱)

کچھ عرصہ پہلے میری نظر سے رسول اللہؐ کی سیرت طیبہ پر ایک نو مسلم مغربی عالم کی کتاب کا اردو ترجمہ نظر سے گذرا۔ کتاب کے مصنف تھے شہرۂ آفاق سیرت نگار مارٹن لنگز اور کتاب کا ترجمہ اردو کے ایک نیم معروف لیکن تبحر عالم جناب سید معین الدین قادری مرحوم نے کیا تھا۔ حیات طیبہ کے مطالعے نے مارٹن لنگز کے دل میں ایمان کی شمع روشن کی اور ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا، کیوں کہ باقاعدہ طور پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اپنے ماضی سے یکسر دستبردار ہوگئے تھے۔ بڑی شخصیتوں کے سوانح عام شخصیتوں پر ہمیشہ سے اثر انداز ہوتے آئے ہیں لیکن عام شخصیتیں بڑی شخصیتوں کو ہمیشہ ایک ہیرو کے طور پر دیکھتی ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ اپنے ہیرو کے بہت قریب مت جاؤ ورنہ اس کی روشنی تمہاری نگاہوں کو خیرہ کر دے گی۔ مارٹن لنگز کے قلم سے رسول اللہؐ کے شب و روز اور ان کی زندگی کے مختلف ادوار کی تفصیل پڑھتے وقت بظاہر ہم یہی محسوس کرتے ہیں کہ اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے ہم ایک جیتے جاگتے انسان کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کی پرورش عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے، زندگی وہ عام انسانوں کے درمیان گذارتا ہے۔ گھر سے لے کر باہر تک کی دنیا میں اس کے معاملات عام انسانوں کے معاملات دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے قریب آنے والے جب کبھی ارادت و عقیدت کا زیادہ اظہار کرتے ہیں تو وہ

---

* تحریک الامین بنگلور کے زیر اہتمام سلسلۂ خطبات کا پہلا خطبہ

Marfat.com

انہیں یاد دلاتا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح کا ایک عام انسان ہوں۔ لیکن مہذب دنیا کی پوری تاریخ میں ہمیں ایسے کسی دوسرے عام انسان کا سراغ نہیں ملتا جس کی عظمت، زندگی کے عام کاروبار میں شمولیت کے باوجود ایک غیر معمولی جہت رکھتی ہو۔ ہمارے مطالعے اور تجربے سے کوئی دوسری شخصیت ایسی نہیں گذری جس کے قدم ہمیشہ زمین پر رہے ہوں اور روزمرہ کی زندگی کے ایک لمحے کا تعلق بھی منقطع کئے بغیر جس نے باطنی دنیا کے اسرار کی اس جیسی رسائی حاصل کی ہو۔

رسول اللہ کی شخصیت اور سیرت کا یہ پہلو ہماری نظر میں غیر معمولی ہے۔ جب بھی نماز کے مختلف اوقات میں مؤذن کی صدا سننے کے بعد ہمارے ہونٹوں پر جو دعا آتی ہے اس کی ایک شق یہ بھی ہے کہ اے اللہ تو محمدؐ کو اس مقام محمود تک پہنچادے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا۔ علامہ اقبال نے رسول اللہ کو خلق عظیم کا سب سے روشن استعارہ قرار دیا ہے۔ ایک ایسا استعارہ جس کی شہادت اللہ کے کلام سے ملتی ہے۔ عشق رسولؐ کی جو روداد ہمیں اقبال کی شاعری میں ملتی ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اقبال نے انہیں عام انسانوں کے درمیان عام سطح پر زندگی گذارنے والے ایک غیر معمولی انسان کے طور پر دیکھا تھا۔ اقبال کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ بھوپال کے دوران قیام ایک رات اقبال کے میزبان کو اچانک ہچکیوں کی آواز سنائی دی اور اس آواز کا تعاقب کرتے ہوئے وہ اقبال تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھرے فرش پر اقبال لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ پرسش احوال پر پتہ چلا کہ اپنے نرم و گداز بستر میں اقبال کو اچانک رسول اللہؐ کے اس بستر کا خیال آگیا جو کھجور کی چٹائیوں سے بنا ہوا تھا اور جس پر لیٹنے کی وجہ سے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑ جاتے تھے۔ یہ کیسی حیران کن اور بے مثال زندگی ہے جس کے اختیارات کی حدیں پوری کائنات پر پھیلی ہوئی ہیں جو زمین اور زمین پر بسنے والوں سے اپنا رشتہ پل بھر کے لئے بھی توڑنے پر آمادہ نہیں ہے۔ ہمارے لئے دنیا میں پیدا ہونے والی ساری برگزیدہ ہستیاں، مختلف مذاہب کے واسطے سے خیر و برکت کا پیغام لے کر آنے والی ساری بڑی شخصیتیں

Marfat.com

واجب الاحترام ہیں لیکن مُقام محمود کی جو تفسیر حیات طیبہ پیش کرتی ہے اس کی کوئی مثال ہمیں کہیں اور دکھائی نہیں دیتی۔

(۲)

قرآن مجید میں جگہ جگہ خالق کائنات نے اپنے پیارے بندہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قریب ہے کہ اللہ تجھے ایک ایسے مقام پر پہنچادے جو نہایت پسندیدہ مقام ہو۔"

نہایت پسندیدہ مقام ترجمہ مقاماً محموداً "کا کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود ایسادرجہ ہے جس کی عام طور پر ستائش کی جائے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے آخری سال گزر رہے تھے اور مظلومیت اور بے سروسامانی اپنے انتہائی درجوں تک پہنچ چکی تھی۔ حتیٰ کہ مخالف قتل کی تدبیروں میں سرگرم تھے ایسی حالت میں کون امید کر سکتا تھا کہ انہی مظلومیتوں سے فتح وکامرانی پیدا ہو سکتی ہے؟ لیکن وحی الٰہی نے صرف فتح وکامرانی ہی کی بشارت نہیں دی، کیونکہ فتح وکامرانی کی عظمت کوئی غیر معمولی عظمت نہ تھی بلکہ ایک ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی جو نوع انسانی کے لیے عظمت وارتفاع کی سب سے آخری بلندی ہے، یہ مقام انسانی عظمت کی انتہا ہے۔ اس سے زیادہ اونچی جگہ اولاد آدم کو نہیں مل سکتی، اس سے بڑھ کر انسانی رفعت کا تصور بھی نہیں کیاجاسکتا۔ انسان کی سعی وہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اڑ سکتی ہے لیکن یہ بات نہیں پاسکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے۔

"مقاماً محموداً" کی بادشاہت ومملکت کس کے حصہ میں آئی ہے وہ جس کا نام محمد اور احمد ہے، وہ جس کی پیشین گوئی نبیوں اور رسولوں نے دی۔ ان دونوں ناموں کے الفاظ میں بھی محمودیت کی بدرجہ اتم شان ہے یعنی وہ جن کے حصہ میں جسم وملک نہیں روح ودل کی پادشاہی ہے۔

Marfat.com

یہی مقام محمود ہے جس کی خبر سورہ احزاب آیت ۵۶ میں خبر اور امر کے ساتھ دی گئی ہے ارشاد ہے

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما

(بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر۔اے ایمان والوں تم بھی آپ پر خوب درود و سلام بھیجا کرو۔)

صحیح بخاری میں حضرت ابو العالیہ سے روایت ہے کہ جب صلوٰۃ یعنی درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔

علامہ آلوسی اس کی مزید وضاحت اس طرح کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذکر کو بلند کر کے،اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل بر قرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روز محشر امت کے لیے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لیے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر درود بھیجتا ہے یعنی اپنے نبی پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے،اس کے فرشتے اللہ کی بارگاہ میں رسول کے درجات کی بلندی،مقامات کی رفعت اور رحمت کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں تو اہل ایمان کے لیے بھی صحیح روش خدا اور اس کے فرشتوں سے ہم آہنگی و ہم رنگی ہے یعنی وہ بھی نبی پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسانوں میں سے کچھ لوگ کسی زمانہ میں رسول کے در پے آزار ہوں،اس کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کریں تو وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑتے ،اپنا ہی بگاڑتے ہیں،جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں وہ آپؐ پر کوئی

Marfat.com

احسان نہیں کرتے بلکہ خدا اور اس کے فرشتوں کی ہم نوائی کر کے وہ اپنے کو سزا وار رحمت بناتے ہیں۔ آپ کا مقام اس سے بلند ہے آپ کو تو اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائیں حاصل ہیں ہی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے حکم میں کثرت کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے جن فقہاء کی یہ رائے ہے کہ اگر عمر بھر میں ایک مرتبہ کوئی درود پڑھ لے تو اس آیت کا حق ادا ہو جائے گا، صحیح نہیں ہے۔

عربی لغت وادب پر شاہکار تصنیف لسان العرب کے مصنف علامہ ابن منظور ''صلوٰۃ'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مومن بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے:

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد فمعناه عظمت فى الدنيا باعلاء ذكره واظهار دعوته وابقاء شريعته وفى الآخرة بتشفيعه فى امته وتضعيف اجره ومثوبته یعنی اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما، اس کے دین کو غلبہ دے اور اس کی شریعت کو باقی رکھ اس دنیا میں ان کی شان کو بلند فرما اور روز محشر ان کی شفاعت قبول فرما۔ اجر و ثواب کو کئی گنا کر دے۔

لسان العرب میں ہے کہ اگرچہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم ہمیں دیا جارہا ہے لیکن نہ ہم شانِ رسالت کو کما حقہ جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، اس لیے اعتراف عجز کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں اللهم صلّ علىٰ سيدنا محمد.... یعنی بار الٰہا تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے اس لیے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایان ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

سورۂ حجرات میں بارگاہ رسالت میں حاضری کے آداب سکھائے گئے۔ فرمایا گیا کہ

Marfat.com

قول و عمل میں سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت نہ کرو، گفتگو کرو تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے ہرگز بلند نہ ہونے پائے۔ اگر تمہیں وہاں شرف باریابی نصیب ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضری دو، اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بے پروائی سے کام لیا تو سارے اعمال حسنہ برباد ہو جائیں گے۔ جو خوش نصیب منصب رسالت پہچانیں گے، آداب واحترام (Manners and etiquete) کا پورا پورا خیال رکھیں گے ان پر اللہ کے تین احسانات ہوتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ پہلا احسان یہ ہے کہ ہم ان کے دلوں کو تقویٰ کا عادی بنا دیتے ہیں، دوسرا احسان یہ ہے کہ ان سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو ہم ان کو بخش دیتے ہیں، تیسرا احسان یہ ہے کہ ہم انہیں اجر عظیم سے بہرہ ور فرمائیں گے۔

اسلام سے پہلے عرب میں جہالت و ناشائستگی تھی، صحرا نشین بدوؤں کی حالت نہایت افسوس ناک تھی۔ تہذیب و معاشرت اور مکارم اخلاق سے وہ کوسوں دور تھے انہیں سورۂ حجرات کی آیات میں آداب سکھائے گئے۔ ایک دفعہ بنی تمیم کا وفد جو ستر، اسی نفوس پر مشتمل تھا، مدینہ طیبہ آیا، دوپہر کا وقت تھا سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ میں آرام فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضور کی آمد تک انتظار کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور باہر کھڑے ہو کر صدائیں لگانے لگے یامحمد اخرج علینا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس باہر آیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خصوصی کرم فرمایا اور ان کے دلوں کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیا، سارے کے سارے ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس واقعہ کے تناظر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"بے شک جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ رکھنے والے نہیں ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کے ساتھ اتنا انتظار کر لیتے کہ تم خود ان کے پاس نکل کے آجاتے تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہوتی اور اللہ بخشنے والا مہربان

Marfat.com

ہے۔"(حجرات:۴)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ان آیات میں ادب کی جو تعلیم دی گئی ہے، علماء کرام نے ان آیات سے خوب استفادہ کیا ہے۔ حضرت ابو عبید جو بلند پایہ عالم تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کسی استاد کے دروازہ پر دستک نہیں دی۔ بلکہ میں ان کا منتظر رہتا۔ جب وہ از خود تشریف لاتے تو ان سے استفادہ کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابیؓ کے گھر جاتے تو ان کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے بلکہ خاموشی سے ان کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ وہ اپنے معمول کے مطابق باہر آتے۔ حضرت ابیؓ کو یہ بات بڑی گراں گزری۔ کہا آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا ہوتا تو میں فوراً باہر آتا اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔ آپ نے جواب میں کہا "عالم اپنی قوم میں اسی طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا "اگر یہ لوگ صبر کے ساتھ اتنا انتظار کر لیتے کہ تم خود ان کے پاس نکل کے آجاتے تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہوتی....۔"

اس کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا اور عمر بھر اس کے مطابق اپنے اساتذہ کے ساتھ معاملہ کرتا رہا۔ (روح المعانی)

اسلام کے آداب معاشرت کا مغربی تہذیب کے اثرات سے اساتذہ اور شاگردوں کے مابین روابط اور آداب کے حوالہ سے موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

آیئے! شان رسالت کی رفعت و عظمت اور مقاماً محموداً کے دوسرے پہلو کی طرف توجہ کریں۔ سورہ احزاب آیت۔۴۰ میں ارشاد ہے۔

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔"

نبیوں اور رسولوں کے اس مقدس سلسلہ کے خاتم نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے آخری رسول اور نبی ہونے میں گزشتہ چودہ صدیوں میں مسلمانوں میں کوئی

Marfat.com

اختلاف نہیں رہا۔ حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے۔ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ متواتر احادیث سے بھی حضور کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے۔ بہت سے صحابہ سے یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ مسند احمد میں ہے: حضور فرماتے ہیں میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جہاں کچھ نہ رکھا۔ لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے، بھالتے اور خوش ہوتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ کیا اچھا ہوتا اس اینٹ کی جگہ بھی پُر کرلی جاتی۔ پس میں نبیوں مین اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔ امام ترمذی بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔ مسند احمد مین ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رسالت اور نبوت ختم ہوگئی۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔ صحابہ پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے فرمایا لیکن خوش خبریاں دینے والے۔ صحابہ نے پوچھا خوش خبریاں دینے والے کون ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہیں۔ یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذی اسے صحیح غریب کہتے ہیں......"

امام ابن کثیر اور دوسرے متعدد مفسرین اور اہل علم کی رائے میں نبوت و رسالت کے الفاظ قرآن مجید میں مترادف کی حیثیت سے بھی آئے ہیں، لیکن قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ اصطلاحات بھی ہیں۔

نبیوں کی جو خصوصیات عام طور پر معروف ہیں، وہ ہر رسول میں بھی ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت کا منصب رسولوں کو بہر حال حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبیوں ہی کی طرح خدا کی وحی انسانوں کو پہنچاتے ہیں۔

نبیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے آنے والے نبی کی پیش گوئیوں کا مصداق بن کر آتے ہیں۔ قرآن مجید اور قدیم صحیفوں کا مطالعہ کرنے

Marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی ہے۔ نبی کو ماننے یا نہ ماننے پر چونکہ آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں یہ اہتمام فرمایا ہے کہ عام اہل حق کی طرح نبی محض اپنی سیرت اور اپنی تعلیمات ہی کے بل بوتے پر دعوت کے لیے کھڑا نہیں ہو جاتا بلکہ مالک کائنات کی طرف سے اپنا پروانۂ تقرر ساتھ لے کر آتا ہے۔

رسولوں کے بارے میں یہ اہتمام غیر معمولی ہو جاتا ہے۔ ان سے پہلے آنے والا نبی ہی نہیں، نبیوں کی ایک پوری جماعت انسانوں پر اتمام حجت کے ساتھ ان کی منادی بھی کرتی ہے۔ وہ ان کے مولد و موطن اور ان کے احوال و وقائع غرض ہر چیز کی خبر صاف الفاظ میں دیتی ہے۔ وہ خدا کی زمین سے اپنا کام مکمل کرنے کے بعد رخصت ہوتی ہے تو اپنے ماننے والوں سے اس پیش گوئی کی حفاظت کا عہد لیتی ہے۔ یہاں تک کہ بعثت رسول کی خبر نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی ہوئی اس قوم تک پہنچ جاتی ہے، جس میں اس کا آنا مقدر ہوتا ہے۔ ہمارے اس نقطۂ نظر کی شہادتیں قرآن مجید، تورات اور اناجیل اربعہ .... میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خاتم الرسل ہیں اس لیے آپ کی بعثت کی خبر حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک نبیوں ہی نہیں، جلیل القدر رسولوں نے بھی دی ہے۔

رسولوں کے بارے میں غیر معمولی اہتمام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کی کامل حجت بن کر آتے ہیں، وہ آفتاب و ماہتاب بن کر قوم کے آسمان پر چمکتے ہیں۔ کوئی دانا و بینا کسی دلیل و برہان کی بنا پر ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی حال میں ان کی تکذیب کرنے والوں کے حوالہ نہیں کرتا۔ نبیوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی قوم ان کی تکذیب ہی نہیں کرتی، بارہا ان کے قتل کے درپے ہو جاتی ہے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ تورات کے مطابق زکریاؑ کو عین ہیکل سلیمانی میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگسار کر دیا گیا۔ یرمیاہ نبی رسی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض

Marfat.com

میں لٹکا دیئے گئے۔ حضرت یحییٰ کا سر قلم کر کے ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کی نذر کر دیا۔ قرآن مجید نے بھی یہود کی فرد قرار داد جرم میں نبیوں پر اس تعدی کا ذکر اکثر مقامات پر کیا ہے۔ لیکن قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کے معاملے میں اللہ کا قانون اس سے مختلف ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ان کی قوم نے الاؤ دہکایا تو آگ کو فرمان صادر ہوا۔ "اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لیے سلامتی بن جا۔" (الانبیاء:٦٩)

بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی گئی تو فرعون کے شر سے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ نے حفاظت ہی نہیں کی بلکہ پوری طرح غلبہ اور سر بلندی عطا کی، حضرت مسیحؑ کو یہود نے صلیب پر چڑھانے کا فیصلہ کر لیا تو آسمان سے ان کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا۔

نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے آپ کے قتل کا فیصلہ کیا اور دار الندوہ کی سازش کے نتیجہ میں قریش کے بڑے بڑے خاندانوں کے مسلح نوجوان آپ کے گھر کا محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے تو آپ ان کے سر پر خاک ڈال کر اس طرح نکل گئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ سورۂ انفال میں ہے:

"اور یاد کرو جب کہ یہ کافر تمہارے بارے میں سازش کر رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا مکہ سے نکال باہر کریں۔ وہ سازش کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔" (٨:٣٠)

مکہ مکرمہ سے نکل جانے کے بعد سراقہ نے آپ کا تعاقب کرنے کی کوشش کی تو اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں۔ غار کے ساتھی نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا تو غیر معمولی اطمینان کے ساتھ جواب ملا: لا تحزن ان اللہ معنا (توبہ:٤٠) غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" قرآن مجید نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید وضاحت کی کہ اس وقت ہم نے رسول کی تائید کے لیے اپنے لشکر اتارے۔ سورۂ توبہ میں ہے:

"پھر اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی مدد ایسی فوجوں سے کی جو تم

Marfat.com

نے نہیں دیکھیں۔" (۹:۴۰)

اس اہتمام و حفاظت کے ساتھ رسولوں کے ذریعہ سے خدا کی حجت پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں غلبہ عطا فرماتا ہے۔ نبی اپنی قوم کے مقابلے میں ناکام ہو سکتا ہے، لیکن رسولوں کے لیے غلبہ لازمی ہے۔ عام اس سے کہ یہ ان کی زندگی میں حاصل ہو جائے یا ان کی وفات کے بعد ان کے ساتھیوں کو حاصل ہو۔ قرآن مجید میں یہ قانون جگہ جگہ تاکید و صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ سورۂ مجادلہ میں ہے:

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر رہیں گے۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول بہر حال غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ قوی و عزیز ہے۔" (۵۸:۲۰-۲۱)

یہ رسولوں کی بعثت کا ایجابی پہلو ہے، سلبی پہلو سے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ جس قوم کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، ان کی ہجرت کے بعد، اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ رسولوں کے بارے میں یہ اللہ کی قطعی سنت ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔
ولن تجد لسنّة اللّه تبديلا۔ (فتح:۲۳)

مقاماً محموداً کے حامل رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اسوۂ حسنہ ہے۔ اس اسوہ کو اپنانے اور آپ کی سیرت طیبہ و اخلاق کریمانہ کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ آپؐ زندگی کے ہر گوشہ میں اتباع کے لیے کامل نمونہ ہیں۔ دین سے متعلق جو احکام و آداب ہمیں سیکھنے چاہئیں وہ سب آپ نے اپنی عملی زندگی سے ہمیں بتائے اور سکھائے۔ آپ کی سیرت کا یہ خاص امتیازی پہلو ہے کہ آپ کی سنت کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سے کی جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کی۔

قرآن مجید کے ذریعہ جو دین ہمیں دیا گیا ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ اس میں صرف اصولی باتیں بیان ہوئی ہیں، جزئیات اور تفصیلات اس میں بیان نہیں ہوئی ہیں۔ ان کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے معلم قرآن یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی ہے۔ دین کا پورا اور

Marfat.com

مکمل ڈھانچہ سنت رسول سے کھڑا ہوتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے احکام ومناسک کا بنیادی حکم تو قرآن مجید میں دیا گیا ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی جزئیات و تفصیلات نہیں بتائی گئیں، یہاں تک کہ نماز جیسی اہم چیز کے اوقات، اس کی تعداد اور اس کی رکعات تک بھی قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ (ابوداؤد، کتاب السنۃ)۔ (آگاہ رہو، مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کے مانند اس کے ساتھ اور بھی) اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لیے بھیجا کہ قرآن مبہم نہ رہے بلکہ مجسم اور کامل شکل میں لوگوں کے سامنے آجائے اور آپ نے عملاً ایسا کر دیا۔ بالفاظ دیگر قرآن اور سنت میں تعلق روح اور قالب کا ہے۔ یعنی قرآن مجید جو روح ہے اس کو سنت رسول اللہ سے قالب نصیب ہوتا ہے۔ ان دونوں کی باہمی ترکیب ہی سے دین کا پورا نظام کھڑا ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ کر لیجئے تو سارا شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا۔

جس عظیم پیغمبر کی سنت کا ہم ذکر کر رہے ہیں، اس کے ساتھ تعلق کا سب سے اولین تقاضا یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس تقاضے طرف اشارہ کیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

"رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے" (النور ۲۴:۵۶)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے اور جو اس سے ڈریں گے اور اس کے حدود کی پاس داری کریں گے، وہی لوگ ہیں جو فائز المرام ہوں گے۔ (النور: ۵۲)

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو دین میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن ہمیں ان ہی کے ذریعہ سے ملا ہے، سنت ان ہی کے طریقہ کا نام ہے، حدیث ان ہی کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو رائیگاں نہ کرو۔" (محمد: ۳۳)

Marfat.com

رسول سے تعلق کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ رسول کی تعظیم و توقیر کی جائے اور اس کی نصرت کی جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ کی نصرت اور ان کی تعظیم و توقیر کا حق ادا کر دیا۔ اس راہ میں وہ آپ کے دست و بازو بن گئے اور دین کے ہر معاملے میں اپنے سر تسلیم خم کر دیئے۔

رسول سے تعلق کا ایک اہم تقاضہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت کی جائے۔ اور رسول اور اس کے دین کی خاطر والدین، اولاد، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب اپنے مال اسباب حتی کہ اپنی جان کی قربانی سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت کے اس تعلق کو اپنے دل میں جاگزیں کرنا اور اپنی زبان و عمل سے اس تعلق کا اظہار کرنا کامل ایمان کا ناگزیر تقاضا ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میرے لیے اس کی محبت اپنے مال اسباب، اہل خانہ اور سب لوگوں سے بڑھ کر نہ ہو۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

اس محبت کا اظہار رسول کی اطاعت، آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے، آپ کی سنت کو اختیار کرنے اور آپ کے دین کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں جاری و ساری کرنے ہی سے ہو گا۔

مذکورہ بالا تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظمت و رفعت کا چرچا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہے، اس کے فرشتے اس خدمت پر مامور ہیں ہم بھی ہر لحہ، ہر آن آپ کے منصب جلیل کو پیش نظر رکھیں، آپ کے قول و عمل اور سیرت و کردار کو اپنا رہنما بنائیں اور اپنے تمام دینی و دنیوی، داخلی و خارجی، سیاسی و تمدنی، معاشرتی و سماجی مسائل اور الجھنوں کو حل کرنے میں قرآن اور صاحب قرآن کی حاکمیت، بادشاہت و سربراہی کو دل و جان سے قبول کریں۔

Marfat.com

الغرض آخر میں مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اگر سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے چند امتیازی پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس پر اجماع امت ہے کہ وہ اس طرح ہوں گے:

۱۔ آپ ہی اشرف الانبیاء اور آپ ہی افضل البشر ہیں۔

۲۔ آپ ہی خاتم النبیین ہیں۔

۳۔ آپ ہی تمام انسانوں کے لئے (کافة للناس) رسولؐ ہیں۔

۴۔ آپ ہی رحمۃ للعالمین ہیں۔

۵۔ آپ ہی نے دین کو مکمل کیا (الیوم اکملت لکم دینکم)

۶۔ آپ ہی کے قرآن کو بے مثل قرار دیا گیا اور رہتی دنیا تک اس کی جیسی سورت بنالانے کا چیلنج دیا گیا۔

۷۔ آپ ہی کے قرآن کو چھونے والے مُطّہر کہے گئے ہیں (لایمسه الا المطھرون) جو لوگ مطہر کیے گئے ہیں وہی اسے چھو سکتے ہیں (حفظ کر سکتے ہیں) اور جو مطہر نہیں کیے گئے وہ حفظ نہیں کر سکتے۔

۸۔ آپ ہی کے قرآن کو ہر طرح محفوظ رکھا گیا۔ جب کہ کوئی چھوٹی سی کتاب بھی حفظ نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو قائم نہیں رہتی۔

۹۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام تشریف لائے لیکن صرف آپ کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھا گیا اور سب کے صحیفے منسوخ، سب کے اقوال و تعلیمات مفقود اور سب کے حالات بلکہ نام بھی (سوائے انتیس ناموں کے جو قرآن پاک میں آئے ہیں) ہمیشہ کے لیے محو۔ لیکن اس کے برعکس آپ کا قرآن محفوظ، آپ کے اقوال محفوظ، آپ کے حالات کی تمام جزئیات محفوظ اور حالات بھی ایسے بے داغ کہ "جو بات خلوت میں دیکھو وہ جلوت میں بیان کرو اور جو بات چند لوگوں میں دیکھو وہ سارے عالم میں پہنچادو۔" پوری کائنات میں کوئی اور بھی ہے جو اس طرح

Marfat.com

فرما سکے؟

۱۰۔ صرف آپ کے قول کو وحی کہا گیا(ومایںطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی)(۱)(نجم:۳۔۴)

۱۱۔ صرف آپ کو معراج پر بلایا گیا اور اتنا قریب کہ فکان قاب قوسین او ادنی (نجم:۹)

۱۲۔ صرف آپ کو اللہ پاک نے اپنے ناموں میں سے کئی نام دیے۔ رؤف۔ رحیم۔ نور۔ متین۔برّ۔ عزیز وغیرہ۔

۱۳۔ صرف آپ کے ذکر کو (سب سے زیادہ) بلند کیا گیا۔ اللہ کے ساتھ آپ کا نام بھی وضو، اذان، خطبہ، نماز، درود اور سلام وغیرہ میں لیا جاتا ہے اور جتنا آپ کو یاد کیا جاتا ہے پوری دنیا میں کسی کو بھی نہیں۔ بعض حضرات تو ہزاروں مرتبہ ہر روز درود پڑھتے ہیں۔

۱۴۔ صرف آپ کی محبت سب سے زیادہ ہے۔ گناہ گار، سیاہ کار، بدکار امتی بھی آپ کے نام پر مرنے مٹنے کو تیار ہے اور آپ کی شان میں کسی گستاخی کو برداشت ہی نہیں کر سکتا۔

۱۵۔ صرف آپ کو کوثر عطا کیا گیا۔ عطا کی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔ تو گویا آخرت میں بخشش کرانے کا پورا اختیار آپ کو دیا گیا۔

۱۶۔ صرف آپ کو ہمیشہ پیار کے ناموں سے قرآن پاک میں یاد کیا گیا۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ کہہ کر خطاب کیا۔ لیکن

---

(۱) آپ کو خواب میں بھی وحی ہوتی تھی۔ قصیدہ بردہ میں ہے:۔

لاتنکر الوحی من رویاہ ان لہ

قلبا اذا نامت العینان لم ینم

Marfat.com

آپ کو یا محمد کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ اے کملی والے، اے لحاف والے، اے طاہر وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا۔

۱۷۔ اللہ نے اپنا محبوب بنانے کے لیے آپ کی غلامی کو شرط اول قرار دیا (قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ)۔ (آل عمران:۳۱

۱۸۔ صرف آپ کا "اسوۂ حسنہ" عالم کے لیے ہے۔ پہلے آپ کو عمل سکھایا گیا پھر آپ کے عمل پر عمل کرنے کا نام "عمل صالح" قرار دیا گیا۔

۱۹۔ صرف آپ کے غلاموں کے لیے یہ فضیلت ہے کہ "ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

۲۰۔ جتنی برائی ہو اتنی ہی سزا دی جائے تو یہ عدل ہے اور ایک نیکی اگر دس نیکیوں کے برابر سمجھی جائے تو یہ رحمت ہے۔ (سورۃ الانعام ۱۶۱) یہ بات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کی امت کے لیے مخصوص ہے۔

۲۱۔ صرف آپ کے غلاموں کے لیے یہ نعمت مخصوص ہے کہ شب قدر ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے افضل ہے۔

۲۲۔ صرف آپ کو "النبی الامی" کہا گیا۔ لفظ "امی" کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ ام القریٰ (مکہ معظمہ) یا امت کثیرہ یا ام (ماں کے پیٹ سے پاک صاف پیدا شدہ) سے تعلق بتاتے ہیں۔ بہر حال مراد یہ ہے کہ وہ ہستی جس کو صرف اللہ پاک نے تعلیم دے کر ایسا معلم بنایا ہو جس سے انسان کو ہر اس چیز کا علم حاصل ہوا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (ویعلمکم مالم تکونو تعلمون۔ (البقرہ:۱۵۱)

۲۳۔ صرف آپ نے تمام سابقہ کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا لیکن کیا سابقہ امتوں والے بھی (باوجود ان کے پیغمبروں کی پیش گوئیوں کے) ایسے ہیں جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قرآن پر ایمان رکھتے ہوں؟

۱۶۰۵۱۷

Marfat.com

پھر یہ بھی روایت ہے کہ صرف آپ کی وجہ سے کائنات خلق ہوئی (لولاك لماخلقت الافلاك)

یہ بھی روایت ہے کہ شیطان (خواب میں) صرف آپ کا متمثل نہیں ہو سکتا۔

یہ بھی روایت آتی ہے کہ صرف آپ کا سایہ نہ تھا۔

یہ بھی روایت (بخاری) ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعودؓ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے: فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علی هٰؤلآء شهیدا (نحل:۸۹) (اس وقت کیسا ہوگا جب ہر ایک امت پر خدا ایک گواہ کھڑا کر دے گا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے) فرمایا۔ بس ٹھہرو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ "حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، مطیع کو بشارت پہنچاتے، عاصی کو ڈر سناتے، بے خبروں کو پناہ دیتے۔ خدا کے بندے اور رسولؐ جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے، نہ درشت خو، نہ سخت گو، نہ چیخ کر بولتے، بدی کا بدلہ ویسا ہی نہ دیتے، معافی مانگنے والے کو معاف کر دیتے، گنہگار کو بخش دیتے، ان کا کام مذہبوں کی کجی کو درست کر دینا ہے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہرے کو کان دیتی، غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ ان کا لباس، نکوئی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی، ان کی ملت اسلام، ہدایت ان کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا لینے والے، گم ناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو نام ور کرنے والے، قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔"

(۳)

اس عمل میں رسول اللہؐ کی ذات گرامی ہماری رہنمائی کے لئے سامنے ہے۔ ایک

Marfat.com

طرف رسالت کا بار گراں تھا جس نے رسول اللہؐ کے سپرد پوری کائنات کی اصلاح و تعمیر و تحفظ کی ذمہ داری سونپ دی تھی، دوسری طرف آپ کی شخصیت اور سیرت کا عام ہیولہ تھا جو زندگی کے تمام ممکنہ اور قرین قیاس دائروں میں رشد و ہدایت کے ایک بے مثال نمونے کے طور پر موجود ہے۔ کتاب اللہ کے پہلے لفظ سے آخری لفظ تک ہدایت و تبلیغ، تلقین و ترغیب کا جو سرمایہ بکھرا ہوا ہے اس کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شخصیت اور اس کے دنیوی معاملات کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہم الم کے سورے سے اپنی کتابِ زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ بقول اقبال:

ہے الم کا سورہ بھی جزو کتاب زندگی

اور یہ کتاب مکمل ہوتی ہے اسوۂ رسولؐ کی پیروی اور پابندی پر اور اس پابندی نے ہمیں تمام آزادیوں سے مستغنی کر دیا ہے۔

آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

Marfat.com

سیرت طیبہ میں سماجی انصاف کی تعلیم *

سماجی انصاف کے جو تصورات ہمارے زمانے میں رائج ہیں ان کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ جدید سائنسی علوم کے ترجمانوں کا خیال ہے کہ اٹھارہویں صدی میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کی باہمی چپقلش سے اکتا کر لوگوں نے اجتماعی فلاح کا ایک ایسا راستہ تلاش کیا جو فرقہ وارانہ یا گروہی اختلافات پر غالب آسکے۔ یہ راستہ تھا روشن خیالی کا، عقلیت پسندی کا اور سیکولرزم کا۔ سیکولرزم سے ان کی مراد، مذہب دشمنی نہیں بلکہ ایک ایسا معاشرتی نظام تھا جو مذہبی امتیاز کی بنیاد پر کسی ایک فرقے کو دوسرے پر ترجیح نہ دے، جو ہر فرقے کے حقوق کا احترام کرتا ہو، جہاں کسی طرح کے نظریاتی تعصب کی گنجائش نہ ہو۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ وہ قدیم معاشرے جو مذہبی قوانین اور ضابطوں کی گرفت میں تھے ان میں سماجی انصاف کا قیام شاید ممکن نہیں تھا۔ لیکن حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ سیکولرزم کا مذہب کے روحانی و اخلاقی پہلوؤں سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔ چنانچہ ایمان اور ایقان کے تحفظ اور سماجی انصاف کے اصولوں کی پابندی میں کسی طرح کا تضاد نہیں۔

اصل مسئلے کی طرف آنے سے پہلے یہاں ایک اور مسئلے کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علامہ اقبال یورپ جاتے ہوئے اٹلی میں مسولینی سے ملے تھے۔ علامہ اقبال سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے آبادی میں بے حد و حساب اضافے سے پیدا ہونے والے مسئلوں کا ذکر کیا۔ اس پر علامہ اقبال نے کہا۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا

---

* انجمن اسلام، ممبئی کے زیر اہتمام منعقدہ معین الدین حارث خطبۂ سیرت

Marfat.com

قول ہے کہ کسی شہر کی آبادی جب ایک حد سے آگے بڑھ جائے تو نئے شہر بسانے چاہئیں۔

جس طرح سماجی انصاف کے جدید تصورات کا تعلق جدید دنیا سے ہے اسی طرح آبادی میں غیر متوازن اور غیر متناسب اضافے سے پیدا ہونے والے ذہنی، نفسیاتی، تمدنی اور معاشی مسئلوں کا تعلق بھی جدید دنیا سے ہے۔ لیکن اگر ہم ان مسئلوں کے لیے عہدِ رسالتؐ اور سیرت طیبہ ﷺ کو ایک تناظر کی حیثیت دیں تو اندازہ ہو گا کہ اس عہد اور ہر عہد کے انسانوں میں سب سے بڑے انسان کی سیرت و شخصیت کے حوالے سے ان مسئلوں کی کچھ نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔

تاریخی ارتقاء اور تہذیبی تغیرات کے باعث انسانی صورت حال کبھی بھی یکساں نہیں رہتی لیکن سچی اور بڑی انسانی بصیرت صرف ایک عہد یا وقت کے ایک دائرے کی پابند نہیں ہوتی۔ سچی اور بڑی بصیرت وقت اور مقام کی تمام حدوں کو عبور کرتی ہوئی انسانی تاریخ اور تہذیب کی اجتماعی طاقتوں کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ سچی اور بڑی بصیرت علم اور عرفان کا وہ حرف لازوال ہے جس کی معنویت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ سچی اور بڑی بصیرت انسانی فلاح اور بہبود کے ایسے عناصر سے منور ہوتی ہے جو انقلابات اور تصادمات سے بھری ہوئی دنیا میں کبھی ماند نہیں پڑتی۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور رسول اللہ ﷺ سے منسوب زمانے میں انسانی تاریخ جس عظیم الشان تہذیبی تجربے سے دوچار ہوئی، طبیعی اور فکری سطح پر انسانیت کی بقا کے جو ضابطے سامنے آئے ان میں ایسی زرخیزی ہے کہ ہر عہد اس سے فیض یاب ہو سکتا ہے اور ان میں ایسی توانائی ہے کہ کوئی بھی زمانہ چاہے وہ کتنا ہی گمراہ کیوں نہ ہو جائے اس توانائی سے محرومی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے زندگی کے لیے جو دستور العمل بنایا تھا اور اس دستور العمل کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اجتماعی ترقی کا جو نمونہ فراہم کیا تھا اس کی معنویت آج بھی مستحکم ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اجتماعی ترقی کے اس تصور میں جس سے

Marfat.com

دنیا چودہ سو سال سے بھی پہلے بہ صورت اسلام روشناس ہوئی اور اجتماعی ترقی کا وہ تصور جو انیسویں صدی میں سائنسی فکر اور جدلیاتی مادیت کے حوالے سے ہم تک پہنچا، ان دونوں میں صرف زمانی فاصلہ ہی نہیں ہے بلکہ مزاج اور نوعیت کا بھی بہت واضح فرق ہے۔ انیسویں صدی کے اجتماعی تصورات نے اپنے قیام اور استحکام کے لیے سب سے پہلے فرد کی حیثیت اور انفرادی آزادی کے تصور پر ضربیں لگائیں۔ اس طور پر یہ تصورات افراد کی قربان گاہ بن گئے اور ان سے اجتماعی فلاح کے جس آئین کا ظہور ہوا اس میں فرد کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی۔ علامہ اقبالؔ کے لفظوں میں یہ کوشش تھی ''معدوں کی مساوات'' کا ایک سطحی نظام مرتب کرنے کی۔ اس نظام میں انفرادی و مادّی ضرورتوں کی تکمیل کے وسائل تو موجود تھے مگر کس قیمت پر؟

بیسویں صدی کے ان آخری برسوں میں ہم اس نظام کی طرف سے جس عالمگیر بے اطمینانی کا تماشہ دیکھ رہے ہیں، اس کے اسباب کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں۔ اس کے برعکس ظہور اسلام کے ساتھ اجتماعی تہذیب کا جو خاکہ سامنے آیا اس کے مطابق معاشرہ ایک ایسا دائرہ تھا جس میں ہزاروں انفرادی دائروں کی سمائی ممکن تھی، ان کی ہیئت اور ماہیت میں کسی بھی تخفیف کے بغیر۔ اس معاشرے میں انفرادی آزادی کی بقا کے ساتھ ساتھ اجتماعی آزادی کا قیام ممکن تھا۔ یہ معاشرہ اجتماع تھا مختلف خود کفیل اور قائم بالذات اکائیوں کا۔ یہ معاشرہ اجتماع تھا مختلف انفرادی آزادیوں کا۔ اس معاشرے کو اپنی آزادی کے تحفظ کی خاطر کسی فرد کی آزادی میں تخفیف کی ضرورت نہیں تھی۔ بیسویں صدی کے بعض مفکروں نے انفرادی اصلاح و تہذیب کے تصورات پر جو زور دیا ہے کہ اگر افراد درست ہوں گے تو معاشرہ خود بخود درست ہو جائے گا، مثلاً مذہبی وجودیت کے علمبرداروں میں 'کرکے گار' سے لے کر 'مارٹن بوبر' تک سب کے سب فرد کی آزادی، فرد کی تربیت کے واسطے سے معاشرے کی آزادی اور معاشرے کی تربیت کا خواب نامہ سامنے لائے ہیں۔ ہمارے صوفیاء ہمارے قدیم سماجی مصلحین نے اپنے اپنے طور پر اسی خواب نامہ کی بشارت

Marfat.com

دی تھی اور اگر پچھلی چودہ صدیوں میں انسانی ارتقاء کی صورتوں کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کریں تو اندازہ ہو گا کہ اس خواب نامہ کی سب سے مضبوط بنیاد سیرت طیبہؐ اور ظہور اسلام کے ساتھ سامنے آنے والے معاشرتی نظام نے فراہم کی تھی۔

یہاں ایک حقیقت کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ غیر مشروط انفرادی آزادی کا تصور یکسر بے معنی ہے۔ انسانی تاریخ کے کسی بھی دور میں انفرادی آزادی کا کوئی بھی تصور مکمل طور پر آزاد نہیں رہا، ہر مثبت اور صحت مند آزادی بعض پابندیوں کے دائرے میں اپنا اظہار کرتی ہے۔ غیر مشروط آزادی صرف ابتری اور نراج کی طرف لے جاتی ہے۔ غیر مشروط آزادی انسان کے مادّی مفادات اور انسان کے ذہنی اور جذباتی مقاصد کو نہ تو کوئی سمت عطا کرتی ہے اور نہ ان پر کوئی حکم لگاتی ہے۔ مکمل انفرادی آزادی کا تماشہ مغرب کے بعض معاشروں میں آج دیکھا جا سکتا ہے جہاں افراد اپنے اجتماعی نظام کے قیام اور استحکام میں معاون نہیں ہوتے بلکہ اس نظام کے قیام اور استحکام کو تباہ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ سیرت طیبہؐ نے ہر ترقی کی میزان ایک اخلاقی ضابطے کو بنایا ہے۔ یہ ضابطہ فرد اور اجتماع میں کسی طرح کا تصادم پیدا نہیں ہونے دیتا بلکہ دونوں کو اپنی اپنی حد میں رکھتا ہے۔

۲

مرکزیت سے محروم اور انتشار و ابتلا سے دوچار اس عالمی تناظر میں اگر ہم سیرت طیبہؐ کی جانب مراجعت کرتے ہیں تو اس کی قربت کی اوّلین ساعتوں ہی میں ہم پر انکشاف ہو جاتا ہے کہ سیرت مقدسہ کی جانب توجہ دراصل ہمیں قرآن حکیم کی جانب لے جا رہی ہے کیونکہ قرآن حکیم منشائے الٰہی ہے اور اسوۂ رسولؐ اس کے متن کی تشریح۔ یاد کیجئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول کہ قرآن علم ہے اور سیرتِ رسولؐ اس کا عملی نمونہ۔ اور پھر قرآن حکیم ہی کی پیش کردہ یہ شہادت کہ "وہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی کی بنا پر کہتے ہیں جو ان پر نازل کی جاتی ہے" اور

Marfat.com

شعور نبوت کے سرمایۂ عظیم یعنی احادیث پاک، جو دراصل قول و عمل رسولؐ ہیں، کے بعد جب ہم خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو یہ یک نظر صاف دکھائی دے جاتا ہے کہ سیرت رسولؐ کی بے پایاں قوتوں نے ان کے کردار و عمل میں ایسی تاثیر پیدا کر دی تھی کہ خود رسولؐ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی کہ شدید اختلاف کے وقت ان کو رہنما بنائے رکھنا اور مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ گویا اپنی حیات مقدسہ ہی میں، اپنے قابل تقلید پیروکار تیار کر کے، اس سراپا رحمتؐ، مثالی اخلاق کے پیکرؐ، انسان کامل رسول اللہؐ نے اپنی ذات منوّر سے ظلم و ظلمت اور جہالت و ضلالت کی دبیز ترین تہوں کو کاٹ کر انسان کو خداشناسی و خودشناسی کی آگہی و معرفت بخشی۔

اسی معرفت و آگہی کے ذریعے انسان کو اس کرب ذات اور ذہنی اذیت سے نجات ملی جو کچھ مذہبی عقائد نے اس کو "گناہ گارِ ازلی" قرار دے کر پیدا کر رکھی تھی اور جس کے نتیجے میں یہ نفسیاتی پیچیدگی پیدا ہوئی کہ:

زندگی ہے تو گنہ گار ہوں میں　　　　زندگی کیا ہے گناہ آدم

لیکن قرآن کریم نے نبی آخرالزماںؐ کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ہر بچہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے معصوم ہوتا ہے اور کسی کا گناہ کسی کی طرف وراثتاً منتقل نہیں ہوتا، پھر گناہ کوئی ہمیشہ کے لیے چمٹ جانے والی چیز نہیں بلکہ برائیوں کے اثر کو نیکیاں زائل کر دیتی ہیں اور زندگی کا رخ صحیح طرف کر لینے، یعنی توبہ کے ذریعے، کامیابیوں اور کامرانیوں کے نئے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔ غرض اس طرح سابقہ مذہبی و نیم مذہبی روایتوں کے زائیدہ زوال آدم کے قصے کو قرآن نے عروج و کمالِ آدمؑ کی داستان بنا کر پیش کیا اور انسانی ذہن سے نہ صرف "احساس گناہ" کو دھو دیا بلکہ یہ نوید بھی سنائی کہ وہ زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے، کائنات کی قوتوں اور اس کے اسرار کا امین ہے نیز خدا کے نائب کی حیثیت سے "تخلقوا باخلاق اللہ" اس کا منشور حیات ہے۔ اس طرح انسان کو اس کا شرف بتا کر نبی کریمؐ نے ایک ایسی شریعت عطا کی جس میں رجا بھی ہے اور ارتقا بھی اور جس میں یاس اور قنوطیت

Marfat.com

کو کفر قرار دیا گیا۔ توحید کا عقیدہ یاس اور حزن و خوف کا علاج کرتا ہے۔ اس عقیدۂ توحید سے ایمان و یقین کی وہ دولت میسر آتی ہے جو نہ صرف وحدت اِلٰہ بلکہ وحدتِ آدمؑ کا بھی عقیدہ رکھتی ہے توحید پر ایمان کی یہ پختگی انسانی کردار کو وہ توانائی بخشتی ہے جس سے نہ صرف دنیا بلکہ دل بھی مسخر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سیرت محمدؐ کا مقصود بنی نوع آدم میں حریت، مساوات اور اخوّت کی تشکیل و تاسیس ہے۔ یہ حرّیت محض سیاسی آزادی سے عبارت نہیں بلکہ ہر اس غلامی سے آزادی کا اعلان ہے جو احکامِ خداوندی کی بجا آوری اور ضبط نفس کی راہ میں رکاوٹ ڈالے۔ چاہے وہ حکمراں کی غلامی ہو یا مذہبی اجارہ داروں کی غلامی۔ اس لیے کہ ہر قسم کی خارجی پابندیاں انسان کی انفرادیت کو بڑھنے اور پھلنے پھولنے سے روکتی ہیں۔

اسی طرح ہر آزادی بے معنی ہے جب تک مساوات اور اخوت کا فقدان ہو۔ بغیر مساوی وسائل، مساوی حقوق بن کر رہ جاتی ہے۔ مساوات کے بغیر نہ تو تکمیل ذات ممکن ہے اور نہ ہی ملت وجود میں آسکتی ہے۔ پیغام محمدیؐ کی روح انسانی معاشرے سے بندہ و آقا کی تمیز کو ختم کرنا چاہتی ہے کیوں کہ یہ تمیز اس کے نزدیک فساد آدمیت ہے اس لیے حقیقی اسلامی معاشرے میں تو

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ مساوات سے بھی آگے کی ایک اور منزل اخوت کی ہے۔ اخوت کے بغیر مساوات نہ تو مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی فائدہ مند۔ موجودہ جمہوری نظام مساوات کا دعویدار ہے لیکن مشاہدہ یا مطالعہ ہی نہیں تجربہ بھی بتاتا ہے کہ آج کی جمہوریت حقیقی مساوات سے کس قدر دور ہے۔ اس کی وجہ جذبۂ اخوت کا فقدان ہے۔ دوسروں کو اپنے برابر کہنا اور بات ہے اور دوسروں کو اپنا بھائی سمجھنا چیزے دیگر است۔ جب کہ رحمۃ للعالمینؐ کی پاک زندگی اور تعلیمات ہمیں زفرق تابہ قدم اخوت کا بیاں اور محبت کی زباں بتانا چاہتی ہیں بقول شاعر اقبالؔ:

Marfat.com

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

حریت، مساوات اور اخوت ہی وہ تین بنیادی عناصر ہیں جن کی وحدت سے سماجی انصاف وجود میں آتا ہے کیوں کہ سماجی انصاف کوئی ایسی چیز نہیں جسے کسی معاشرے پر باہر سے تھوپا جا سکے۔ انصاف ایک اخلاقی موقف، ذہنی رویے اور طرز عمل کا نام ہے۔ انصاف کا تصور پہلے ایک بیج کی طرح فرد کی خاک باطن میں پروان چڑھتا ہے اور اندر ہی اندر ایک طویل روحانی واخلاقی تربیت کے بعد ایک پودے کی شکل میں سر ابھارتا ہے۔ کوئی بھی قانون اور کوئی بھی انتظامی اقدام کسی ایسے معاشرے کو جو اپنے مزاج کے اعتبار سے ذات، برادری اور فرقوں کی تفریق کا شکار ہو، سماجی انصاف سے بہرہ ور نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس معاشرے کے افراد اپنے اندر دوسروں کے لیے خود گنجایشیں پیدا نہ کریں اور یہ گنجایشیں اس روحانی واخلاقی قلب ماہیت کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتیں جو اسلام کی تہذیبی تربیت گاہ اور اس کے رسول برحق محمدؐ کے آغوش رحمت کے سوا اور کہیں ممکن نہیں۔

۳

محسن انسانیتؐ کی سیرت طیبہ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ صرف خیرات ہی نہیں بلکہ ہر کار خیر گھر کی چہار دیواری سے شروع ہونا چاہیے۔ اس لیے آپؐ نے ہر شخص کو اپنی خانگی زندگی بہتر بنانے کی تعلیم دی۔ کیوں کہ جب تک گھر یعنی معاشرے کی بنیادی اکائی، سچی خوشی اور واقعی سکون سے منور نہیں ہوگا اس وقت تک معاشرہ، بھلا کس طرح امن و خیر سگالی کا گہوارہ بن سکتا ہے؟ اگر لوگ اپنے گھروں ہی میں انصاف نہیں کر سکتے تو وہ پھر سماج میں کس طرح کوئی منصفانہ کردار ادا کر پائیں گے۔ اسی لیے ارشاد نبویؐ ہے:

"تم اپنے انساب کا علم حاصل کرو، جس سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کر سکو کیوں کہ صلۂ رحمی گھر والوں سے محبت، مال میں زیادتی اور عمر میں اضافے کا سبب ہے۔" (ترمذی، کتاب البر و الصلۃ)

Marfat.com

یہ صلۂ رحمی کیا ہے......؟اس کی وضاحت بھی جناب رسالت مآبؐ نے اس طرح بیان فرمائی کہ اہمیت بھی آشکار ہو گئی۔ آپؐ سے روایت ہے:

"رحم (خونی رشتہ) رحمٰن کی (رحمت) ہی کی ایک شاخ ہے۔ اللہ نے فرمایا جو صلہ رحمی کرے گا میں اس سے اپنا رشتہ جوڑے رکھوں گا۔ جو اس رشتہ کو کاٹ دے گا میں بھی اس سے رشتہ کاٹ لوں گا۔" (بخاری، کتاب الادب)

سورۂ نساء میں دین کی جو دو اہم بنیادیں بتائی گئی ہیں وہ ہیں خدا ترسی اور رشتوں کا پاس و لحاظ۔ قرآن کہتا ہے "اللہ کی نافرمانی سے بچو، جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتوں کا پاس و لحاظ کرو۔" اسی طرح سورۂ رعد میں اللہ رب العزت نے نیک بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی ایک خوبی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ رشتوں کا حق ادا کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے سچے بندے وہ ہیں جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے اور عہد (بندگی) توڑتے نہیں، جو ان رشتوں، جنھیں جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، جوڑے رکھتے ہیں، جو اپنے رب سے ڈرتے اور حساب کے بُرے نتائج سے خوف کھاتے ہیں۔" اسی حقیقت کی گونج ہمیں صحیحین کی اس روایت میں ملتی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ

"(رشتوں کو) توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا" (بخاری، کتاب الأدب)

پھر معاملہ یہی نہیں رکھا کہ بھلائی کے بدلے بھلائی کا حکم دیا ہوتا بلکہ کہا گیا کہ یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی صرف بدلہ ہو گیا۔ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ بُرائی کا سلوک اپنے ساتھ ہونے کے باوجود بھلائی کی جائے۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلے میں صلہ رحمی کرے۔ صلہ رحمی کرنے والا درحقیقت وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑ لیا جائے تو وہ تب بھی رشتہ کا حق ادا کرے" (بخاری، کتاب الأدب)

Marfat.com

ان رشتوں میں ماں باپ بھی شامل ہیں، میاں بیوی بھی، اولاد بھی، اور دیگر تمام عزیز واقارب بھی۔ سیرت محمدؐ میں ان سب کے احترام، باہمی محبت، شفقت اور مروت وحسن سلوک کے عملی نمونے بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔ حق تعالیٰ سبحانہ نے سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ کا ذکر اپنی بندگی کے ذکر سے جوڑ دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اور تمہارے رب نے فیصلہ فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین سے حسن سلوک کرو، اگر تمہارے یہاں وہ دونوں یا اُن میں کوئی ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں ناگوار بات نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے شریفانہ بات کرو، رحمت وشفقت سے ان کے لیے عاجزی کے بازو جھکادو اور کہو اے میرے رب! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔" (اسراء: ۲۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ

"ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اے رسول خدا! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا! تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا: اس کے بعد تمہارا باپ۔" (مسلم، کتاب البر والصلة)

ہر خاندان میں شوہر اور بیوی کا رشتہ محوری حیثیت رکھتا ہے اگر ان دونوں کے تعلقات خوشگوار ہیں تو گھر بھی جنت کا نمونہ بن جائے گا اولاد کی تعلیم وتربیت بھی صحت مند انداز پر ہوسکے گی۔ اس لیے قرآن حکیم نے سورۂ نساء میں اگر ایک طرف مرد کو عورتوں کے ذمہ دار ونگراں کی حیثیت دی تو نیک عورتوں کی تعریف یوں بیان کی کہ وہ اطاعت شعار اور اپنے مردوں کی غیر حاضری میں ان کے مال اور آبرو کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی مردوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی کہ وہ اپنی بیویوں سے "شریفانہ برتاؤ" کریں اگر وہ انہیں "ناپسند" ہوں تب بھی کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ انہیں "کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں ان کے لیے "بہت بہتری رکھ" دی ہو۔ رسول اللہؐ نے بھی اپنی امت

Marfat.com

کے تمام مردوں کو یہ وصیت کی کہ

"عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔" (بخاری، کتاب النکاح)

اولاد کے باب میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

"سب سے بہتر دینار جو انسان خرچ کرتا ہے، وہ ہے جو اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے......"(مسلم، کتاب الزکاۃ)

ایک جگہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"جب مسلمان اپنے گھر والوں پر اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ صدقہ ہوتا ہے"(بخاری، کتاب الایمان)

اور معاملے کو صرف خرچ تک محدود رکھ کر والدین کو چھٹی نہیں دے دی گئی بلکہ یہ بھی کہا کہ

"کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اعلا اخلاق سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔"

اللہ کے رسولؐ کی اس ہدایت پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ

"تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔"(ترمذی، کتاب المناقب)

دیگر عزیز و اقارب کے بارے میں حالانکہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں لیکن یہاں ایک حدیث نبویؐ بالخصوص پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"غریب پر خرچ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ دار پر خرچ کرنے کا دوہرا اجر ہے، وہ صدقہ بھی ہے اور صلۂ رحمی بھی۔"(ترمذی، کتاب الزکاۃ)

لیکن ظاہر ہے کہ انسان گھر کی چہار دیواری میں ہی تو قید نہیں رہ سکتا اور اسلام کا مقصد اسے کنوئیں کا مینڈک بنانا بھی نہیں ہے۔ اسی لیے سیرت طیبہؐ نے انسان کو صرف 'سماجی جاندار' نہیں سمجھا بلکہ یہ بتایا کہ اقوام کی تقدیر کیوں کر افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ اس

Marfat.com

لیے ہر فرد کو مخلوق خدا کے ساتھ اپنے تعلقات بھی محبت و شفقت، مہربانی و رحمت کی بنیادوں پر استوار کرنے چاہئیں۔ اسی لیے دکھوں کی ماری اس دنیا کو آنحضرت ﷺ سے روایت اس حدیث قدسی کی ضرورت آج سے زیادہ شاید کبھی بھی نہ تھی کہ

"رحم کرنے والوں پر خدائے مہربان رحم فرمائے گا زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" (ترمذی، کتاب البر والصلۃ)

اس حدیث قدسی کے متن اور مطالب سے واضح ہے، رحم کے اس سلوک کو کسی کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا بلکہ تمام بندگانِ خدا، مذہب، علاقے، زبان، رنگ اور نسل کی تفریق سے اوپر اٹھ کر اس میں شامل ہیں۔ اور وہی کیوں بلکہ تمام مخلوقِ خدا بھی اس حدیث قدسی کے دائرے میں آجاتی ہے۔ کیوں کہ جو کچھ زمین پر ہے اس پر رحم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ چاہے "غلام کو آزاد کرنا ہو یا فقر و فاقہ کے دن رشتے دار یا یتیم یا خاک میں پڑے غریب کو کھانا کھلانا، وہ حیوان ہی کیوں نہ ہو، رسول رحمت ؑ کی نظر میں "اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔" (مسلم، کتاب الصید)

سورۂ بقرہ میں حسن سلوک کے ان معاملات کو عقائد و عبادات کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ خود رب العالمین کی مرضی و منشاء کیا ہے اور وہ اس کو کتنی اہمیت دیتا ہے، کیوں کہ ایمان کی صداقت کا معیار بنا کر خدا ترسی اور تقویٰ کو پیش کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "نیکی و حق شناسی تو یہ ہے کہ انسان اللہ پر، آخرت پر، فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر، اور نبیوں پر ایمان لائے، مال کو اس کی محبت کے باوجود عزیزوں، یتیموں، غریبوں، سوال کرنے والوں کو دے اور غلاموں (کی رہائی) میں خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے، جب عہد کرے تو عہد کو پورا کرنے والا ہو، تنگی، مصیبت اور جنگ کے موقع پر ثابت قدم ہو۔ ایسے ہی لوگ (ایمان میں) سچے ہیں اور وہی خدا ترس اور متقی ہیں۔" (بقرہ: ۱۷۷)

ہم دیکھتے ہیں کہ اُسوۂ رسول ﷺ میں یہ اوصاف اپنی معراج کمال کو پہنچے ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بیواؤں اور غریبوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنے والے کے مانند ہے"۔ اور میرا خیال ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا "وہ شب بیداری کرنے والے کی طرح ہے جو کبھی نہیں تھکتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے۔" (بخاری، کتاب الأدب)

یتیموں کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا۔ یتیم اس کا رشتہ دار ہو یا اجنبی...... جنت میں اسی طرح سے قریب ہوں گے اور آپؐ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں میں ذرا سا فاصلہ رکھا۔" (بخاری، کتاب الطلاق)

اس کے برعکس جو یتیموں کے مال پر ناحق قبضہ جما لیتے ہیں ان کے دردناک حشر کے بارے میں صرف سورۂ نساء کی ایک آیت دیکھ لیجئے: "جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں اور وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔" (نساء:۱۰)

پڑوسیوں کے ساتھ خیر خواہی اور محبت کے سلوک کے بارے میں جو ہدایات ہمیں سیرت طیبہؐ سے ملتی ہیں وہ کسی بھی مثالی معاشرے کو وجود میں لانے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ

"جبرئیل مجھ سے پڑوسی کے بارے میں برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ اسے ترکے کا مستحق ٹھہرا دیں گے" (بخاری، کتاب الأدب)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بخدا وہ مومن نہیں ہے! بخدا وہ مومن نہیں ہے! بخدا وہ مومن نہیں ہے! پوچھا گیا کہ کون؟ اے رسول اللہؐ! فرمایا، جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو!" (بخاری، کتاب الأدب)

Marfat.com

اب تک سیرت طیبہ ﷺ سے جو کچھ پیش کیا گیا وہ کوئی محض علمی و نظری چیز نہیں بلکہ ان تعلیمات کی بدولت کیا جیسا انقلاب ظہور پذیر ہوا، اس کی عملی تصویر بھی ایک واقعہ کے حوالے سے دیکھتے چلیں۔ جیسا کہ آپ ہم سب جانتے ہیں کہ قریش کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر جب مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی ایماء پر حبشہ ہجرت کر گئے تو مشرکین مکہ نے اپنے سفیر وہاں کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں اس غرض سے بھیجے تاکہ مہاجرین کو وہاں بھی پناہ نہ ملنے پائے۔ ان سفیروں نے نجاشی کے دربار میں کہا:

"اے بادشاہ! ہمارے یہاں کے کچھ ناسمجھ لڑکے بھاگ کر تیرے ملک میں آبسے ہیں۔ انھوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور تیرے دین کو بھی نہیں اپنایا بلکہ یہ اپنی جانب سے گھڑ کر ایک ایسا دین لائے ہیں جو ہمارے لیے بھی اجنبی ہے اور تیرے لیے بھی۔ ہمیں ان کی قوم کے معززین نے جن میں ان لڑکوں کے باپ، چچا اور دوسرے اعزا بھی شامل ہیں تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو انہیں ان کے پاس واپس بھیج دے۔ وہ ان لڑکوں سے زیادہ بالغ نظر واقع ہوئے ہیں اور یہ جن چیزوں کی بابت اعتراض کرتے اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں ان کو وہ ان سے بہتر سمجھتے ہیں۔"

جب نجاشی نے مہاجرین سے ان کا موقف جاننا چاہا تو مہاجرین کی نمایندگی جو کہ دراصل اسلام کی نمایندگی تھی، اور اس بات کا ثبوت بھی کہ اس ابتدائی دور میں مکے کے معاشرہ میں نبی امی ﷺ کی کوششوں اور اللہ کے فضل سے کتنی اور کیسی انقلاب انگیز تبدیلی رونما ہو رہی تھی، کرتے ہوئے حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا:

"اے بادشاہ! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے اور بدکاریاں کرتے تھے۔ خونی رشتوں کا پاس ولحاظ نہ کرنا اور پڑوسی کے حق سے غافل رہنا ہمارا شعار تھا۔ ہم میں سے جو طاقتور ہوتا وہ کمزوروں کا خون چوستا تھا۔ ہم اس حال میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک کو ہماری جانب پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ہم اس کے حسب و نسب، اس کی

Marfat.com

صداقت شعاری، امانت داری اور پاک بازی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا، اسے ایک جاننے اور اسی کی عبادت کرنے کی تلقین کی۔ اس نے ہم سے کہا کہ ہم ان پتھروں اور بتوں کی پوجا ترک کر دیں جن کو ہم اور ہمارے آباء، اللہ کے سوا پوجتے رہے ہیں۔ اس نے سچ بولنے، امانت داری، صلہ رحمی اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اور خوں ریزی اور بے حرمتی سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اس نے فحش، دروغ گوئی، یتیم کا مال کھانے اور شریف عورتوں پر تہمت طرازی سے منع کیا۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور روزے رکھیں......"

یہی وہ حق و صداقت پر مبنی نمایندگی تھی جس کا مشرکین مکہ کے سفیروں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ لیکن اس تقریر سے ہمیں خود بھی ایک ایسی داخلی شہادت مل جاتی ہے کہ جس سے ہم اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے عظیم الشان کام کی نوعیت اور اس عملی تبدیلی کو سمجھ سکیں اور دیکھ سکیں جو سماجی انصاف پر مبنی ایک مثالی معاشرے کو وجود میں لانے کے لیے آپ نے کیا اور بعد والوں کے لیے قابل عمل کر دکھایا۔

۴

سیرت طیبہؐ سے ہم نے ابھی معاشرتی حقوق و فرائض کی وہ کچھ اہم ترین جھلکیاں فکری و عملی سطح پر دیکھیں جن کے بغیر کوئی متوازن و متناسب اور خیر و عدل پر مبنی سماج وجود ہی میں نہیں آ سکتا۔ جہاں وحدتِ الٰہ، وحدتِ آدم، وحدتِ افکار اور وحدت کردار سے وہ مثالی انسان تیار ہوتا ہے جو ہر ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو جاتا ہے اور انصاف کے قیام اور استحکام کے لیے ہمہ تن جدوجہد کرتا ہے۔ کیوں کہ سراپا رحمت پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام ٹھہرایا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔" (مسلم،

Marfat.com

کتاب البر والصلة)

ایک اور جگہ آپؐ نے فرمایا کہ

"ظلم قیامت کے دن ظلمات کی شکل میں آئے گا" (بخاری، کتاب المظالم)

اور ظلم کی شکل صرف یہی نہیں ہے کہ کسی کو جسمانی اذیت دی جائے بلکہ کسی کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچانا، قلبی کشاکش اور ذہنی کشمکش میں بلاوجہ کسی کو مبتلا کرنا بھی ظلم ہی ہے۔ اسی لیے رسول اللہؐ نے قتل کرنے کو اگر کفر قرار دیا تو گالی کو فسق بتایا، چغل خوری، غیبت، تکبر، غصہ و غضب کی مذمت فرمائی کیوں کہ یہ سب یا تو واضح طور پر ظلم کے زمرے میں آتی ہیں یا پھر ظلم کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ کے آخری رسولؐ کی سیرت سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جو لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو اللہ ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ یہاں یہ حقیقت ملحوظ رہنی چاہیے کہ ظلم، انصاف کی ضد ہے اور اسلام میں اسی لیے کسی بھی طرح کے ظلم کو روا نہیں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ عصبیت کی بھی۔ اسی بنیاد پر رسول اللہؐ نے صاف صاف مخالفت کی کیوں کہ یہ گروہی، ملّی، لسانی اور علاقائی تعصب بھی اکثر مظالم کا باعث بنا ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ "میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا! عصبیت کیا ہے؟ فرمایا: عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم کے معاملے میں مدد کرو۔" (ابوداؤد، کتاب الأدب)

اس کے برخلاف سیرت طیبہؐ انصاف کی مکمل طور پر حامی ہے اور انصاف کا یہ دائرہ کسی طرح کی حد بندی قبول نہیں کرتا۔ سورۂ مائدہ میں ہے: "اور کسی گروہ کی عداوت تمہیں اس بات پر ہرگز آمادہ نہ کر دے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہی بات خدا ترسی سے قریب ہے۔" "کیونکہ بلاشبہ "اللہ انصاف کا حکم دیتا ہے۔" (مائدہ:۸) اسی بات کو مزید صراحت کے ساتھ سورۂ نساء میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ: "اے ایمان لانے والو! انصاف کے قائم کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو اگرچہ گواہی خود تمہارے یا

Marfat.com

تمہارے والدین یا اعزا کے خلاف ہو۔ جس کے خلاف دی جارہی ہے اگر وہ مال دار یا غریب ہے تو اللہ اس کا زیادہ خیر خواہ ہے تو تم خواہشات کی پیروی میں انصاف سے نہ ہٹو۔" (نساء ۵:۱۳۵) اسی لیے اسلام کی نظر میں ارتکاب جرم کے لیے سزا دیتے وقت کسی طرح کا بھی امتیاز روا رکھنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ عہد نبوی کا مشہور واقعہ ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہؐ سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اُسامہؓ کو آمادہ کیا جنہیں آپؐ بہت عزیز رکھتے تھے لیکن جب اس واقعہ کے متعلق اسامہؓ نے آپؐ سے سفارش کی تو آپؐ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

"لوگو! تم سے پہلی قومیں اسی لیے ہلاک کی گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو لوگ اسے چھوڑ دیتے پر جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اُسے سزا دیتے۔ لیکن خدا کی قسم! اگر محمدؐ کی بیٹی بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ ضرور کاٹا جاتا۔" (بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء)

اسی لیے نبی کریمؐ کے اس ارشاد گرامی کو بھی ان کے بعد آنے والوں نے اپنا رہنما بنائے رکھا کہ

"قیامت کے دن لوگوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور ان سب سے زیادہ قریب میرے پاس بیٹھنے والا شخص امام عادل ہوگا اور قیامت کے دن سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے سخت عذاب میں مبتلا کیے جانے والا شخص امام ظالم ہوگا۔"

اس ارشاد گرامی کی بازگشت ہمیں اس نصیحت میں بھی ملتی ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں فرمائی تھی کہ

"عمر پہلی جس چیز کی طرف سے میں تمہیں ہوشیار رہنے کی نصیحت کرتا ہوں وہ خود تمہارا نفس ہے۔ ہر نفس کی کچھ خواہش ہوتی ہے اور جب تم اس کی یہ خواہش پوری کردو گے تو نفس آگے بڑھ کر دوسری خواہش کے لیے مچلنے لگے گا اور دیکھو!...... اس گروہ سے ہوشیار رہنا جن کے پیٹ پھول گئے ہیں، نگاہوں میں ہوس بس گئی ہے اور ان میں سے

Marfat.com

ہر ایک کو صرف اپنا ذاتی مفاد عزیز ہے، ان میں سے کسی ایک کے پاؤں پھیلیں گے تو ان سب کو حیرانی ہو گی۔ خبر دار! یہ ایک تم نہ ہونا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے یہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے، جب تک تمہاری روش درست رہے گی یہ لوگ بھی تمہارے لیے سیدھے رہیں گے۔ یہ ہے میری وصیت اور میں تم پر سلام بھیجتا ہوں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب خلیفہ ثانی عمرؓ اپنے افسروں کو رخصت کرتے تو انہیں متنبہ کرتے کہ "میں تمہیں جابر و قاہر بنا کر نہیں بلکہ امام اور رہنما بنا کر بھیجتا ہوں۔" اس لیے تمہیں لوگوں کو ذلیل کرنے یا ان کے حقوق چھین کر ان پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں بلکہ تمہارا کام تو سہولت اور خوش حالی کے لیے ہر طرح کا اہتمام کرنا ہے۔ اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان باتوں کو زبانی جمع خرچ نہیں رہنے دیا بلکہ اپنے امیروں اور عاملوں پر کڑی نگرانی رکھی اور کسی کی غلطی کا سخت احتساب کرنے سے اپنے آپ کو کبھی نہیں روکا۔

اسلام نے اپنی شریعت میں مجرموں کے لیے سخت سزائیں رکھی ہیں۔ مثلاً چور کا ہاتھ کاٹ دینا وغیرہ۔ انسداد جرم کے لیے سخت سزائیں ناگزیر ہیں کیوں کہ کوئی بھی مہذب معاشرہ مجرموں کی سرپرستی نہیں کر سکتا۔ کسی سماج میں انصاف کے قیام اور اس سے زیادہ اس کے استحکام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ان عناصر کو الگ تھلگ کر دے جو اسے اپنے مفسدانہ عزائم کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہوں۔ آج کی تمام جدید ترین طبی ترقی سے فیض یاب معالجین اس پر متفق ہیں کہ جسم کے اس عضو کو کاٹ دینا ہی بہتر ہے جو پورے نظام جسم کے لیے ہلاکت کا سبب بن سکتا ہو۔ اسلام نے بھی معاشرتی فساد پیدا کرنے والے عناصر سے اسی طرح نمٹنے کا اہتمام کیا ہے مگر یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلام ایک عادی مجرم اور اتفاقی و اضطراری طور پر سرزد ہونے والے جرم میں فرق کرتا ہے۔

مثال کے طور پر یہ صحیح ہے کہ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹ دینا ہے لیکن عہد فاروقیؓ میں ایک شخص نے چوری کی اور مقامی عدالت نے اس کے لیے اس سزا کا حکم دیا تو اس نے اس فیصلے کے خلاف امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے یہاں اپیل کی۔ حضرت

Marfat.com

عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے ارتکاب جرم کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا پھر قاضی کے فیصلے پر تجھے کیا اعتراض ہے؟ اس نے جواب دیا: قاضی نے جرم کو سامنے رکھ کر فیصلہ دیا ہے۔ ان حالات کو پیش نظر نہیں رکھا جن میں اس جرم کا مجھ سے ارتکاب ہوا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تیرا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا امیر المؤمنین! میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہاں کافی دن سے سخت قحط پڑا ہوا ہے۔ میرے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا اس لیے جب بھوک کی شدت ناقابل برداشت ہو گئی تو مجھ سے اضطراری طور پر یہ جرم سرزد ہو گئی۔ حضرت عمرؓ پر اس کے بیان کا سخت اثر ہوا۔ آپؓ نے نہ صرف اس کی سزا معاف کر دی بلکہ اس کے علاقے میں غذائی امداد بھیجنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ یہ ان عمرؓ کا فیصلہ ہے کہ جن کا تفقہ فی الدین اور اسلام کے معاملے میں شدت پسندی پوری تاریخ اسلام میں انتہائی معروف ہے۔

شریعت محمدیؐ کیوں کہ انسانوں کو ہر طرح کے استحصال سے بچانا چاہتی ہے اور انصاف پر مبنی ایک صالح معاشرہ اس کا مقصود ہے، اس لیے یہ ہر ایسے طریقے، شعار اور نظام کے خلاف ہے جس میں اسلام کے پیغام و عمل کی روح یہ ہے کہ سماج میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے، جو حق معیشت سے محروم ہو اور نہ کسی فرد کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ کسی کے حق معیشت میں دراندازی بن سکے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی اس آیت هُوَ الَّذِی خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے لکھا ہے:

”جملہ اشیائے عالم اس آیت کے تحت تمام بنی آدم کی ملکیت معلوم ہوتی ہیں۔ ہاں بوجہ رفع نزاع قبضہ کو سبب ملکیت مقرر کیا گیا۔ جب تک کسی شے پر کسی کا قبضہ باقی ہے اس وقت تک کوئی اس میں دست اندازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ حاجت سے زیادہ مال رکھنا بہتر نہیں ہے۔“

احادیث اور آیات قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے مشہور محدث ابن حزم ظاہریؒ نے یہ بھی مسئلہ تحریر کیا ہے کہ

Marfat.com

"اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں۔ اور اگر بیت المال کی آمدنی ان غرباء کی معاشی کفالت کو پوری نہ ہوتی ہو تو امیر، ارباب دولت کو اس کی کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے۔ یعنی ان کا فاضل مال ان سے بہ جبر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے۔ اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو۔ پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو، اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب سے محفوظ رکھے۔"

شریعت محمدیؐ میں سب کا حق معیشت مساوی ہے۔ اس کے علاوہ وہ دولت و سرمایہ داری کے ان اصولوں کی بھی سختی سے مخالف ہے جو جمع خوری، ذخیرہ اندوزی یا ارتکاز دولت سے عبارت ہیں۔ سورۂ توبہ کی یہ آیت اس بات میں بڑی اہم ہے کہ "اور جو لوگ خزانہ بنا کر رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو، اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ جس روز کہ اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھ کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے واسطے گاڑ رکھا تھا اور چکھو مزہ اپنے گاڑنے کا۔" (توبہ:۳۵) قرآن کریم اور کتب احادیث میں ان احکام کی ترغیب و ترہیب کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اسی طرح شریعت اسلامی میں خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات میں کوئی ایسا معاملہ یا طریقہ جائز نہیں رکھا گیا جو عدل و انصاف کے خلاف ہو اور جس سے استحصال کی ذرا سی بھی بُو، آتی ہو۔ قرآن کریم کہتا ہے:

"اللہ نے خرید و فروخت کے معاملات کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کر دیا ہے۔" (بقرہ:۲۷۵)

پھر رسالتِ محمدیؐ کے طفیل جو معاشی نظام وجود میں آیا اس میں کسانوں اور مزدوروں کے حقوق کا بھی پوری طرح تحفظ کیا گیا۔ مثال کے طور پر کسان اگر کسی وجہ سے

Marfat.com

کھیتی کرنے سے معذور ہو جاتا یا اس کی کھیتی کسی آفت کی وجہ سے برباد ہو جاتی یا وہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا تو ان تمام صورتوں میں سرکاری خزانے سے اس کی مدد کی جاتی اور آلات زراعت وغیرہ کی فراہمی اور بیج وغیرہ کے انتظام میں اس کو سہولت پہنچائی جاتی تھی۔ بنجر زمین کی آباد کاری میں کسانوں کو کسی قسم کی رکاوٹ و دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ خلافت اس سلسلے میں ان کی تمام مشکلات رفع کرتی تھی۔

افسرانِ بندوبست کو ٹیکس وصول کرنے کے طریقوں کی ہدایت کی جاتی تھی اور انہیں مار پیٹ اور سختی نہ کرنے کی انتہائی تاکید کی جاتی تھی۔ مثلاً قبیلہ ثقیف کے ایک شخص کے ذمہ حضرت علیؓ نے ایک مقام کا بندوبست سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ "ٹیکس وصول کرنے میں کسی کو کوڑا نہ مارنا، غلہ اور گرمی و سردی کے کپڑے فروخت نہ کرنا، ان کے جانوروں کو نہ بیچنا اور تقاضے کے لیے ہر وقت ان پر کسی کو مسلط نہ کرنا"۔ افسر نے ہدایات سن کر جواب دیا کہ "اس طرح ایک پائی بھی کوئی شخص نہ دے گا اور خالی ہاتھ واپس آنا پڑے گا۔" امیر المومنین حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ "ہاں چاہے تمہیں خالی ہاتھ ہی واپس آنا پڑے۔ افسوس ہے تم پر! ہمیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ ان کی ضرورت سے زائد ہو بس اسی میں سے یہ ٹیکس وصول کریں۔"

اسی طرح مزدوروں کے حقوق کی وضاحت حضور رسالت مآبؐ نے اس طرح کی کہ ان کا رشتہ اپنے مالکوں سے حاکم و محکوم کا نہ رہ کر برادرانہ اور مساویانہ ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیا کرو۔" (ابن ماجہ، کتاب الاحکام)

"جو شخص مزدور سے کام لے کر اس کو اجرت نہیں دیتا ہے۔ قیامت کے دن میں (یعنی آنحضرت ﷺ) خود اس کے خلاف مقدمہ دائر کروں گا۔" (بخاری، کتاب البیوع)

Marfat.com

محسنِ انسانیتؐ نے یہ بھی حکم دیا کہ مزدور پر اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے جو اس کی برداشت سے زیادہ ہو۔ وقت اور کام کی نوعیت دونوں میں اس کا لحاظ رکھنا ضروری قرار دیا۔ اگر طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ کسی مزدور پر ڈالا جائے تو اس کو تنہا نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کی مدد کی جائے۔

سماجی و معاشی انصاف کا یہی وہ مثالی نظام تھا جس کی بنا پر ہزاروں سال سے چلا آرہا غلامی کا نظام لڑکھڑا گیا کیوں کہ غلاموں کا سماجی مرتبہ پرانے رویوں سے ہٹ کر بہت اعلاو ارفع کردیا، غلاموں کے حقوقِ انسانی کی طرف نہایت زور و شور سے توجہ دلائی۔ غلاموں کے آزاد کرنے اور کرانے کو بے انتہا ثواب کا کام قرار دیا۔ آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کردیا کہ غلاموں کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا معاملہ اور شریفانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔ حقارت آمیز و ذلت انگیز طریق معاشرت سے احتراز کر کے دکھایا۔ مثال کے طور پر سیدنا بلال حبشیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت صہیبؓ رومی کے مقاماتِ بلند سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے۔ تاریخ نے یہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اللہ کے آخری رسولؐ نے اشراف قریش و دیگر معزز قبائل کے افراد پر مشتمل لشکر کی سرداری ایک غلام زادے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو عطا کی اور جب عہد صدیقیؓ میں یہ لشکر روانہ ہوسکا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی پرانی نسلی رفعت و عظمت کے احساس سے عاری اسامہؓ کی رکاب تھام کر ان کے ساتھ کچھ دور پیدل جاتے ہیں۔ ان ہی حضرت اسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ سے کون واقف نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ "اگر زید زندہ ہوتے تو خلافت میرے باپ کے بجائے انہیں ملتی۔"

غرض عشقِ رسولؐ نے وہ آداب خود آگاہی سکھائے کہ تاریخ اسلام میں غلاموں پر اسرار شہنشاہی کے تمام بابِ طلسم کھل گئے۔ اسوۂ محمدیؐ نے غلاموں کے لہو کو بھی سوزِ یقین سے اس طرح گرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ ان کے آزاد کردہ غلام عکرمہؒ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ ان کے آزاد کردہ غلام نافعؒ، حضرت انسؓ بن مالک

Marfat.com

کے ساتھ ان کے آزاد کردہ غلام عبدالرحمٰن کا ذکر ساتھ ساتھ نظر آتا ہے۔

اسی طرح اسلام نے اللہ اور اس کے محبوب نبی کی رہ نمائی میں تاریخ انسانی کے اس وقت تک کے سب سے کمزور طبقے یعنی عورتوں کے سماجی درجات کو اس طرح بلند کیا کہ دنیا دیکھتی رہ گئی۔ یہ نبی رحمت کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کی ہی برکت تھی کہ عورت کے ساتھ قدیم زمانے سے چلے آرہے مردوں کے تعصبات اور ظلم وستم اور ناانصافیوں کا خاتمہ ممکن ہو سکا۔ اسلام نے یہ اصول بھی دیا کہ عورت کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاسکے، یہ بھی بتایا کہ خدا نے بیوی و شوہر میں محبت و مودت ودیعت کی ہے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کیے جانے سے روک دیا، وراثت میں عورتوں کا حصہ مقرر کیا۔ اسلام نے یہ قانون بھی دیا کہ نکاح سے عورت کی آزادی سلب نہیں ہو جاتی۔ اسلام نے عورت کو مرد کی طرح تقریباً سارے سماجی حقوق ادا کیے۔ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رسول اللہؐ نے رکھا۔ آپ کی حدیث ہے کہ

"جس شخص کو اپنی بچیوں کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا گیا، پھر اس نے ان بچیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے ڈھال بن جائیں گی" (مسلم، کتاب البر والصلۃ)

۵

تاریخ کی یہ عجیب ستم ظریفی بلکہ بد نصیبی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ اور مہذب و متمدن دور میں ایک بار پھر دنیا اپنی اخلاقی اور سماجی حالت میں وہیں پہنچ گئی ہے جہاں سے اسے رحمۃ للعالمینؐ نے نکالنے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ کیوں کہ عصر جدید کی علمی و فنی ترقیوں نے جہاں ایک طرف پوری دنیا کو سمیٹ کر ایک گاؤں بنا دیا ہے، ذرائع نقل و حمل اور مواصلات کی لامحدود آسانیوں نے دنیا کے ہر انسان کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دیا ہے کہ 'فراق و فصل' کے تصورات بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ زمین کی طنابیں کھنچ جانے سے، زمان و مکان، کی بحث بھی فلسفے کی کتابوں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیوں نے جہاں ایک طرف انسان کے لیے عیش و عشرت اور سہولتوں کے بے

Marfat.com

انتہا مواقع اور سازو سامان فراہم کر دیئے ہیں، وہیں دوسری طرف اس نے سماجی رشتوں کی شکست وریخت، سماجی و نفسیاتی الجھنوں کے ناقابل برداشت دباؤ، مشینی و میکانکی شور شرابے، صارفینی کلچر کے عروج، دولت کے یک طرفہ بہاؤ اور بھوک اور افلاس کے بڑھتے ہوئے دائروں کو بھی جنم دیا ہے۔

اس صورت حال کا انسانوں کی انفرادی زندگی پر ایک اور منفی اثر مرتب ہوا اور وہ یہ کہ ہر شخص اپنی ہی ذات کے گرد طواف میں مصروف ہو گیا ہے۔ اب فرد کے یہاں غمِ زمانہ کی جگہ درد تنہائی نے لے لی ہے۔ غرض وہ انسان جو کل تک ضمیرِ دشت و دریا تھا، آج نئی زندگی نئے شہری نظام اور مشینی تہذیب نے اسے اسیر آشنا بنا دیا۔ اور اس طرح ایثار، خلوص، قربانی، محبت اور باہمی احترام کے جذبوں کی جگہ لالچ، خود غرضی، مکرو فریب، تعصب اور عناد نے لے لی ہے۔ اس صورت حال کا اثر اجتماعی زندگی پر بھی پڑا ہے۔ اور انسان جسے حضرت عمر فاروقؓ کے بقول اس کی ماں نے آزاد جنا تھا ایک بار پھر خواجگی کے بنائے ہوئے نسل، قومیت، مذہبی اجارہ داری، سلطنت، تہذیب اور رنگ کے نئے مسکرات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ آزادی جو انسانیت کی اصل پناہ گاہ تھی وہ دنیا کے گرد بھاگتے پھرنے پر مجبور کر دی گئی، آمریت کی آہنی ضربوں سے سماجی انصاف حریت مساوات، اخوت اور نوخیز جمہوری اداروں کو فنا کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ آئین بازیچہ اطفال بن گئے ہیں۔ اور پھر رہی سہی کسر عالمی سطح پر جاری اس کشاکش نے پوری کر دی، جس کے نتیجے میں آج ساری دنیا کے انسانوں میں خوف کی نفسیات، جارحانہ مدافعت کا جذبہ اور دہشت گردی کا چلن عام ہو گیا ہے۔

آج کا سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ بھلا اس صورت حال سے کس طرح نمٹا جائے؟ ہمارے پاس اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ آج کے ان سارے مسائل کا حل صرف محمد عربی ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ہے۔ آج زخموں سے چور انسانیت کے لیے شفایابی کا نسخہ اور مرہم اسی طبیب حاذق کی سنت میں ہے جس نے چودہ سو سال سے بھی پہلے انتہائی

Marfat.com

کامیاب علاج کیا تھا۔ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے آج بھی سماجی انصاف، انسانی حقوق اور حریت و مساوات واخوت کی اساس عرفات کے لق و دق میدان میں جلی ہوئی پہاڑیوں اور جھلسی ہوئی زمین پر بادِ بہاری اور ابر باراں کی تاثیر رکھنے والے اسی مژدۂ جانفزا میں ہے جسے جبلِ رحمت سے نبی رحمتؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کی صورت میں دیا تھا:

خطبہ حجۃ الوداع، وحدت اللہ اور وحدت آدم کا ایسا آفاقی اعلان نامہ ہے جسے انسانی تہذیب کے روحانی، دانش ورانہ اور تخلیقی سفر کی منزلِ مراد کہا جا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر انسانی تہذیب کے انتہائے کمال کو زبان میسر آجائے تو اس سے بالکل وہی الفاظ جاری ہوں گے جو اس خطبے میں نبی آخر الزماںؐ کی زبان سے ادا ہوئے۔ یہ اعلان اس ازلی و ابدی انسانی موقف کی حتمی دستاویز ہے کہ تمام انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ان کا خالق ایک ہے اور مورث اعلا ایک ہے اور سب انسانوں کی تخلیقی ساخت ایک ہے یعنی مٹی۔ یہ اعلان ایک ایسی تلوار ہے جس نے انسانوں کے دل و دماغ اور نفس کے گرد لپٹی رنگ و نسل، ذات برادری، خاندان اور طبقوں کی زنجیریں کاٹ کر رکھ دیں اور انسانی روح کو اس کے بے پناہ تخلیقی امکانات سے آشنا کیا اور اس کی فطری صلاحیتوں کو پھلنے، پھولنے کا ایسا وسیع میدان عطا کیا جہاں ہر چیز کا معیار صرف انسانی عمل ہے۔ ایسا انسانی عمل جو تقویٰ اور پرہیز گاری سے عبارت ہو۔

لیکن یہ اعلان نامہ محض لفظوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان لفظوں کی بنیاد پر جو انسانی معاشرہ وجود میں آیا وہ فرد کی آزادی، فرد و معاشرے کے مابین رشتے کے توازن، انسانی صلاحیتوں کے اعلاترین تخلیقی اظہار اور اخلاقی و روحانی پاکیزگی کے لحاظ سے آج تک اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔

دوسری طرف حقوق انسانی کا وہ منشور ہے جسے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے منظور کیا۔ خطبہ حجۃ الوداع کے چودہ صدیوں کے بعد جاری ہونے والا یہ اعلان جو دنیا کے تقریباً تمام ملکوں کے اعلاترین دماغوں کی دانش ورانہ و تخلیقی کاوشوں کا

Marfat.com

ثمرہ ہے، ہر لحاظ سے بصیرت محمدؐی کے نور میں نہایا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے تہذیبی و سیاسی زوال کے بعد انسانی تاریخ جن گلی کوچوں اور شاہراہوں سے گزری ہے ان پر اسے کئی انقلابی تبدیلیوں کا تجربہ کرنا پڑا ہے۔ دانش یورپ کا احیاء روشن خیالی کی تحریک، انقلابِ فرانس اور انقلابِ روس اس سفر کے کچھ سنگِ میل ہیں۔ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ دنیا کو تاریخ کی ان سنگلاخ وادیوں میں یوں نہ بھٹکنا پڑتا اور اس تہذیبی اذیت کے تجربے نہ کرنے پڑتے اگر وہ اسلام کے روحانی و دانشورانہ عرفان و آگہی سے وابستہ رہی ہوتی۔ آج دنیا کے پاس حقوق انسانی کا منشور تو ہے، حقوق انسانی کا احترام نہیں کیونکہ وہ اس روحانی قوت، خلوصِ نیت اور جرأت عمل سے محروم ہے جسے محمد رسول اللہ صلعم کی معجزہ کار شخصیت نے انسانوں کے پیکرِ خاکی میں ایک برقی رَو کی طرح دوڑا دیا تھا۔ وما علینا الا البلاغ

خطبہ حجۃ الوداع

حج کے دن حضور ﷺ عرفہ تشریف لائے اور آپؐ نے وہاں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپؐ نے قصوا (اپنی اونٹنی) کو لانے کا حکم فرمایا۔ اونٹنی تیار کر کے حاضر کی گئی تو آپؐ (اس پر سوار ہو کر) بطن وادی میں تشریف فرما ہوئے اور اپنا وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دین کے اہم امور بیان فرمائے۔

آپؐ نے خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے خطبے کی یوں ابتدا فرمائی: خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے کوئی اس کا ساجھی نہیں خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا، اس نے اپنے بندے (رسول) کی مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا۔

لوگو! میری بات سنو، میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ کبھی ہم اس طرح کسی مجلس میں یکجا ہو سکیں گے (اور غالباً اس سال کے بعد میں حج نہ کر سکوں گا)

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے

Marfat.com

پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت و کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے" چنانچہ اس آیت کی روشنی میں نہ کسی عرب کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

انسان سارے ہی آدم کے اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جاچکے ہیں۔ بس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات علیٰ حالہ باقی رہیں گی۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ خدا کے حضور تم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہو اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر پہنچیں، اور اگر ایسا ہوا تو میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا۔ اور باپ دادا کے کارناموں پر تمھارے فخر و مباہات کی کوئی گنجائش نہیں۔ لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں ہمیشہ کے لیے۔ ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسی تمہارے اس دن کی اور اس ماہِ مبارک (ذی الحجہ) کی خاص کر اس شہر میں ہے۔ تم سب خدا کے آگے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا۔

دیکھو کہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں کشت و خون کرنے لگو۔

اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچادے۔

لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ہاں غلاموں کا خیال رکھو، انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے

Marfat.com

ہو،اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔

دورِ جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں سے روند دیا زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں۔ دور جاہلیت کا سود اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پہلا سُود جسے میں چھوڑتا ہوں، عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا سُود ہے، اب یہ ختم ہو گیا۔

لوگو! خدا نے ہر حق دار کو اس کا حق خود دے دیا۔ اب کوئی کسی وارث کے لیے وصیت نہ کرے۔

بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا پتھر ہے، حساب و کتاب خدا کے ہاں ہو گا۔

جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام اپنے آقا کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا آقا ظاہر کرے گا، اس پر خدا کی لعنت۔

قرض قابلِ ادائیگی ہے۔ عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے وہ تاوان ادا کرے۔

کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے سوائے اس کے جس پر اس کا بھائی راضی ہو، اور خوشی خوشی دے خود پر اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی بغیر اجازت کسی کو دے۔

دیکھو! تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح ان پر تمہارے حقوق واجب ہیں۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور وہ کوئی خیانت نہ کریں، کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو خدا کی جانب سے اس کی اجازت ہے کہ تم انہیں معمولی جسمانی سزا دو اور وہ

Marfat.com

باز آجائیں تو انہیں اچھی طرح کھلاؤ، پہناؤ۔

عورتوں سے بہتر سلوک کرو، کیونکہ وہ تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں خدا کا لحاظ رکھو کہ تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔ لوگو! میری بات سمجھ لو، میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔

میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے اگر اس پر قائم رہے، اور وہ خدا کی کتاب ہے اور ہاں دیکھو دینی معاملات میں غلو سے بچنا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہی باتوں کے سبب ہلاک کر دیے گئے۔

شیطان کو اب اس بات کی کوئی توقع نہیں رہ گئی ہے کہ اب اس کی اس شہر میں عبادت کی جائے گی، لیکن اس کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنھیں تم کم اہمیت دیتے ہو اس کی بات مان لی جائے اور وہ اسی پر راضی ہے، اسی لیے تم اس سے اپنے دین وایمان کی حفاظت کرنا۔

لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرو۔ مہینے بھر کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو، اپنے خدا کے گھر کا حج کرو اور اپنے اہلِ امر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمّے دار ہوگا اور اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا، نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

سنو، جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ یہ احکام اور یہ باتیں ان لوگوں کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔

اور لوگو! تم سے میرے بارے میں (خدا کے ہاں) سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے۔؟

Marfat.com

لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپؐ نے امانت (دین) پہنچادی اور آپؐ نے حقِ رسالت ادا فرمادیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔

یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا "خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا!

(ماخوذ از نقوش سیرت نمبر جلد دوم، ترجمہ حکیم محمد نعیم الدین زبیری، لاہور، صفحات ۹ ۳۔۴ ۳ ۷)

اقوام متحدہ کا منشور حقوق انسانی

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو حقوق انسانی سے متعلق اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک اہم تاریخی عالمی منشور منظور کیا، جو حقوق انسانی کے تحفظ اور انسانوں کی عظمت کے شعور کے سلسلہ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے یہ منشور انسائیکلو پیڈیا آف دی یونائیٹڈ نیشنس اینڈ انٹر نیشنل ایگریمنٹ (مطبوعہ گریٹ برٹین ۱۹۹۰ء صفحات ۳۔۴۰۲) میں درج ہے۔ جناب صلاح الدین صاحب مدیر ہفت روزہ تکبیر، کراچی نے اپنی مشہور کتاب "بنیادی حقوق" میں اس کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ ذیل میں یہ منشور جو ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے، محولہ بالا کتاب سے نقل کیا جارہا ہے:

(۱) تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وقار و حقوق کے معاملہ میں مساوی الحیثیت ہیں۔

(۲) ہر فرد نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دوسرے نظریات، قومی وسماجی حیثیت، املاک، پیدائش یا کسی اور حیثیت اور کسی بھی قسم کے امتیاز کے بغیر اس منشور میں صراحت کردہ تمام حقوق اور آزادیوں کا مستحق ہوگا۔

(۳) ہر فرد کو زندہ رہنے، آزاد رہنے اور اپنی جان کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے۔

Marfat.com

(۴) کسی بھی شخص کو نہ غلام بنایا جائے گا اور نہ محکوم رکھا جائے گا۔ غلامی اور غلاموں کی تجارت کی ہر شکل ممنوع ہو گی۔

(۵) کسی بھی شخص کو تشدد، ظلم و ستم، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

(۶) ہر فرد کو قانون کی نظر میں بحیثیت فرد ایک تسلیم شدہ حیثیت حاصل ہو گی۔

(۷) قانون کی نگاہ میں سب کی حیثیت مساوی ہو گی اور انہیں کسی امتیاز کے بغیر یکساں قانونی تحفظ حاصل ہو گا۔

(۸) ہر فرد کو آئین یا قانون کے ذریعہ ملنے والے بنیادی حقوق کے منافی قوانین کے خلاف با اختیار قومی ٹربیونل کے ذریعہ موثر چارہ جوئی کا حق حاصل ہو گا۔

(۹) کسی شخص کو بلا جواز گرفتاری، نظر بندی یا جلا وطنی کی سزا نہیں دی جا سکے گی۔

(۱۰) ہر شخص کو اپنے بنیادی حقوق و فرائض کے تعین یا اپنے خلاف عائد کردہ الزامات سے برأت کے لیے آزاد و خود مختار اور غیر جانبدار ٹربیونل میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا یکساں حق حاصل ہو گا۔

(۱۱) کسی تعزیری جرم کی صورت میں ہر فرد کو اس وقت تک بے قصور سمجھے جانے کا حق حاصل ہو گا جب تک ایسی کھلی عدالت میں اسے قانون کے مطابق مجرم ثابت نہ کر دیا جائے جہاں اسے اپنی صفائی کی تمام ضمانتیں فراہم کی گئی ہوں۔

۲۔ کسی فرد کو کسی ایسے ارادی یا غیر ارادی فعل کی بناء پر قابل تعزیر جرم کا مرتکب قرار نہیں دیا جا سکتا جو فی الواقع قومی یا بین الاقوامی قانون کے تحت قابل تعزیر نہ ہو۔

(۱۲) کسی فرد کی خلوت، گھریلو زندگی، خاندانی امور اور خط و کتابت میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے گا۔

(۱۳) ا۔ ہر فرد کو اپنی حدود ریاست میں نقل و حرکت اور رہائش کی مکمل آزادی حاصل ہو گی۔

Marfat.com

۲۔ ہر فرد کو بیرون ملک جانے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہوگا۔

(۱۴) ا۔ ہر فرد کو ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔

۲۔ غیر سیاسی جرائم یا اقوام متحدہ کے اصول و مقاصد کے منافی اعمال کے سلسلہ میں مقدمات سے بچنے کے لیے یہ حق قابلِ استعمال نہیں ہوگا۔

(۱۵) ا۔ ہر فرد کو شہریت حاصل کرنے کا حق ہوگا۔

۲۔ کسی فرد کو بلا جواز اس کی شہریت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ شہریت کی تبدیلی کا حق سلب کیا جائے گا۔

(۱۶) ا۔ ہر بالغ مرد اور عورت کو بلا امتیاز نسل، شہریت یا عقیدہ شادی کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہوگا۔

۲۔ شادی زن و شوہر کی آزادانہ مرضی و منظوری سے ہوگی۔

۳۔ خاندان، معاشرہ کا بنیادی اور فطری یونٹ ہے جو ریاست اور معاشرہ کی طرف سے مکمل تحفظ کا مستحق ہے۔

(۱۷) ا۔ ہر فرد کو تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جائداد رکھنے کا حق ہوگا۔

۲۔ کسی کو بلا جواز اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

(۱۸) ہر فرد کو فکر و خیال، ضمیر اور عقیدے کی آزادی حاصل ہوگی اور اس حق میں تبدیلی عقیدہ، اظہار عقیدہ، تبلیغ عقیدہ اور عبادت کا حق بھی شامل ہے۔

(۱۹) ہر فرد کو آزادی اظہار خیال کا حق حاصل ہے اور اس میں کسی مداخلت کے بغیر کوئی بھی رائے رکھنے، کسی بھی ذریعہ سے اور سرحدوں کا لحاظ کیے بغیر خیالات و معلومات حاصل کرنے اور پہنچانے کا حق بھی شامل ہے۔

(۲۰) ا۔ ہر فرد کو پُرامن اجتماع و تنظیم کا حق حاصل ہے۔

۲۔ کسی کو کسی خاص تنظیم سے وابستہ ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

(۲۱) ا۔ ہر فرد کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا منتخب نمائندوں کے ذریعہ شرکت کا حق ہے۔

۲۔ ہر فرد کو اپنے ملک کی سرکاری ملازمت کے حصول کا مساوی حق حاصل ہے۔

۳۔ حکومت کے اختیار کی اصل بنیاد عوام کی خواہش و مرضی ہو گی جس کا اظہار انتخابات کے ذریعہ آزادانہ رائے شماری اور خفیہ رائے دہی کی صورت میں ہو گا۔

(۲۲) ہر فرد کو اپنی باوقار زندگی اور تعمیر شخصیت کے لیے سماجی تحفظ کا حق ہو گا اور وہ قومی مساعی اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعہ اور ہر ریاست کے وسائل کے مطابق معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا مستحق ہو گا۔

(۲۳) ا۔ ہر فرد کو کام کرنے، اپنی پسند کا پیشہ منتخب کرنے، بہتر اور منصفانہ شرائط کار حاصل کرنے اور بیروزگاری سے تحفظ پانے کا حق ہو گا۔

۲۔ ہر فرد کو بلا امتیاز یکساں کام کی یکساں اجرت ملے گی۔

۳۔ ہر فرد کو بہتر اور منصفانہ معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہے جو اس کی ذات اور اس کے خاندان کے لیے باعزت زندگی بسر کرنے کی ضمانت فراہم کر سکے اور ضروری ہو تو اس کے سماجی تحفظ کے لیے کچھ دوسرے ذرائع بھی مہیا کیے جائیں۔

۴۔ ہر فرد کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ٹریڈ یونین بنانے اور ان میں شامل ہونے کا حق حاصل ہو گا۔

(۲۴) ہر فرد کو راحت و آرام، تفریح، اوقات کار کے معقول تعین اور تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں کا حق ہو گا۔

(۲۵) ا۔ ہر فرد کو اپنی اور اپنے اہل خاندان کی صحت و خوشحالی کے لیے معقول معیار زندگی برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے جس میں خوراک، لباس، رہائش، طبی امداد، ضروری سروس، بیروزگاری، بیماری، معذوری بیوگی، بڑھاپے اور اسی نوعیت کے دوسرے حالات میں تحفظ بھی شامل ہے۔

Marfat.com

۲۔زچگی و شیر خوارگی کو خصوصی توجہ اور امداد کا مستحق سمجھا جائے گا اور تمام بچوں کو خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز یکساں سماجی تحفظ حاصل ہو گا۔

(۲۶)ا۔ہر فرد کو حصولِ تعلیم کا حق حاصل ہے۔

۲۔ تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی مکمل تعمیر اور انسانی حقوق و آزادیوں کے احترام کو مستحکم بنانا ہو گا۔

۳۔والدین کو اپنے بچوں کے لیے نوعیت تعلیم کے انتخاب کا حق حاصل ہو گا۔

(۲۷)ا۔ ہر فرد کو معاشرہ کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے علوم و فنون سے لطف اندوز ہونے اور سائنسی ترقی کے ثمرات سے متمتع ہونے کا حق ہے۔

۲۔ ہر فرد کو اپنی سائنسی، ادبی یا فنی تخلیقات کے اخلاقی و مادی ثمرات کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

(۲۸)ہر فرد ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی ماحول میں زندگی بسر کرنے کا مستحق ہے جس میں منشور کے ان حقوق اور آزادیوں سے بہرہ ور ہونے کی ضمانت ہو۔

(۲۹)ا۔ہر فرد پر اس معاشرہ کی طرف سے ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جس میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور مکمل نشو و نما ممکن ہے۔

۲۔اپنے حقوق اور آزادیوں کے سلسلہ میں ہر شخص صرف قانون کی عائد کردہ ان پابندیوں کے دائرہ میں رہے گا جن کا مقصد دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔

۳۔ان حقوق اور آزادیوں کو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

(۳۰)اس منشور کے کسی بھی حصے کی ایسی تعبیر نہیں کی جا سکے گی جس کا مقصد کسی بھی ریاست، گروپ یا فرد کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے کا حق دلانا ہو جس کے ذریعہ وہ ان متعین حقوق اور آزادیوں ہی کا صفایا کر دے۔

Marfat.com

اس منشور میں جن حقوق اور آزادیوں کا اعلان کیا گیا ہے انہیں بعد میں دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک فہرست میں معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کو یکجا کر دیا گیا اور دوسری فہرست میں شہری اور ریاستی حقوق کو۔ جنرل اسمبلی نے ۱۹۶۶ء میں ان دو عہد ناموں Covenants کی منظوری دی اور رکن ریاستوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ جو ملک رضاکارانہ طور پر ان حقوق کو تسلیم کرتا ہو وہ ان عہد ناموں پر دستخط کر دے۔

اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس سلسلہ میں مزید کچھ کام کیا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں اس نے بچوں کے حقوق سے متعلق اور ۱۹۶۳ء میں نسلی امتیاز کے انسداد کے لیے ایک اعلان جاری کیا۔ جنرل اسمبلی نے ۱۹۴۸ء میں نسل کشی کی روک تھام کے لیے، ۱۹۵۱ء میں مہاجرین اور جلاوطن لوگوں کے تحفظ کے لیے، ۱۹۵۲ء میں خواتین کے سیاسی حقوق کے لیے، ۱۹۵۷ء میں شادی شدہ عورتوں کی قومیت کے تعین کے لیے، ۱۹۵۱ء میں غلامی کے مکمل انسداد اور خاتمہ کے لیے اور ۱۹۶۵ء میں جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کی مذمت کے لیے مختلف عہد نامے اور قرار دادیں منظور کیں۔

اقوام متحدہ کے خصوصی اداروں مثلاً بین الاقوامی ادارہ محنت ILO یونیسکو، بین الاقوامی ادارہ مہاجرین IRO اور ہائی کمشنر برائے مہاجرین نے بھی اپنے اپنے دائرہ عمل میں انسانی حقوق کے تعین و تحفظ کے لیے قابل ذکر کام کیا ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی*

وہ دانائے سبل مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبار راہ کو بخشا، فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

تاریخ عالم میں اگر کوئی ایسی ہستی تلاش کی جائے جس کی پوری زندگی پورے اعتماد کے ساتھ محفوظ ہو، جس کی سیرت انسانی سماج کے ہر فرد کے لئے رہنمائی رکھتی ہو، جس کی حیات طیبہ کو ہر شعبۂ زندگی کے لئے ایک بہترین آئیڈیل کے طور پر پیش کیا جاسکے یعنی ایسی ہستی والامرتبت جس میں جامعیت، کاملیت اور تاریخیت اپنے پورے جمال و جلال کے ساتھ جلوہ گر ہو، تو ہزارہا برس کی طویل انسانی تاریخ میں صرف ایک ہستی ایسی ملے گی اور وہ ہوگی فخر کائنات سید الانبیاء محمد عربی (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی، جس کے مثل نہ تو اس سے پہلے کوئی ہستی عالم وجود میں آئی اور نہ آئندہ ایسی جامعیت، کاملیت اور تاریخیت کے اوصاف کسی انسانی وجود کو نصیب ہو سکیں گے۔

مثل تو نہ شد پیدا جانا

سرور کائنات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پوری انسانیت کے

---

* سیرت النبیؐ کمیٹی، دہلی کے زیر اہتمام جلسۂ سیرت میں دیا گیا خطبہ

Marfat.com

لئے مکمل آئیڈیل اور اسوہ حسنہ ہے: "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة" (احزاب:۲۱) (رسول اللہ کی زندگی تمہارے لئے بہترین اسوہ ہے)۔ یہ اسوہ سماج کے کسی مخصوص فرد یا مخصوص گروہ کے لئے محدود نہیں ہے بلکہ یہ گراں مایہ تحفہ پوری انسانی آبادی کے لئے عطا کیا گیا ہے: "و ما ارسلناك الا كافة للناس" (سباء:۲۸) (ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بھیجا ہے)۔ اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ زندہ شہادت کے طور پر آج بھی پوری بنی نوع انسانی کے لئے اسوہ حسنہ کی حیثیت میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے وہ جامع اور مکمل دین ہے، اس کی تعلیمات زندگی کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر شعبے کے لئے بھرپور ہیں، اس دین کی بنیادی کتاب قرآن مجید میں اس کاملیت کا اعلان کیا گیا: "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" (مائدہ:۳) (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی)۔ اس کتاب مقدس کی شرح کا نام سنت نبوی ہے اور اسی کا دوسرا نام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہے، سنت نبوی نے کتاب الٰہی کی ہر ہدایت کو عمل کے سانچہ میں ڈھال کر انسانوں کے سامنے پیش کیا، اور راہ حیات کو ایسا روشن و منور کر دیا کہ اس کی شب دیجور بھی ایک ضیاء بار دن کی مانند بن گئی، ارشاد ہوا: "ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها ونهارها سواء" (ابن ماجه، مقدمه) (میں نے تم کو ایسی روشن راہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی جس کے دن کی طرح ہے)۔ حیات طیبہ کی یہ جمال و جلال آفریں روشنی اور ضیاء بار کرنیں انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر یکساں پڑتی ہیں۔ سیاسی زندگی ہو یا معاشی زندگی، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، سماجی زندگی ہو یا زندگی کا کوئی اور پہلو، اور پھر زندگی کے کسی بھی شعبہ کا کوئی بھی مرحلہ درپیش ہو، سیرت طیبہ کے بحر بیکراں میں اس کی ہدایت و رہنمائی کے در نایاب موجود ملتے ہیں۔ اس لئے کہنے والے نے درست کہا کہ:

Marfat.com

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انسانی زندگی اپنے حقیقی روپ میں سماج کے اندر ہی جلوہ فگن ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سماج کے لئے بیش بہا متاع گراں مایہ ہے، بہتر انسانی سماج کی تشکیل اور ہر فرد سماج کی فلاح و بہبود حیات طیبہ کی وہ عطر بیزی ہے جس کی خوشگوار بھینی خوشبوؤں سے انسانی چمن بارہا معطر ہوتا رہا ہے۔ سماج افراد سے وجود میں آتا ہے، اور فرد کی جان و عزت اور مال و آبرو کا تحفظ اس کے وجود و بقا کے لئے لازمی ہوتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ نے انسانی جان کو اتنا محترم اور قیمتی بنایا کہ ناحق کسی انسان کی جان لینے کو نہ صرف بہت بڑا گناہ بتایا، بلکہ ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیا اور اس کے دروازے کو سختی سے بند کرنے کا مضبوط نظام قائم فرمایا۔ عزت و آبرو اور دوسرے کے مال پر کسی قسم کی دست درازی کو سخت تعزیری جرم قرار دے کر ہر فرد کی عزت اور مال کے تحفظ کی ضمانت فراہم فرمائی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی ایک بہترین اور مکمل انسان کی زندگی ہے، جس کے اخلاق فاضلہ کی روشنی سے ہر دور کے انسانی سماج کو منور کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ نے فرمایا کہ: ”مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“ (ابوداؤد، کتاب السنۃ) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: ”انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پاسکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔“ (مسند احمد، ۲۳۴۵۴) اخلاق کو اتنی اہمیت اس لئے دی گئی کہ انسانی سماج کی بہتر تشکیل اخلاقی خوبیوں کی بنیاد پر ہی ہوتی ہے، خود آپ کی حیات طیبہ اخلاق کے بلند مقام پر تھی، قرآن نے کہا: ”انک لعلیٰ خلق عظیم“ (قلم:۴) (بے شک آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں)۔ مساوات و برابری اور عدل و انصاف بہتر انسانی سماج کی تشکیل کے لئے لازمی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مساوات اور انصاف کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ ایک مرتبہ قریش کی ایک خاتون چوری کے جرم میں پکڑی گئی، بعض

Marfat.com

عزیز ترین صحابہ نے ان کی سفارش کرنا چاہی تو آپ نے ان کی نہ سنی اور فرمایا: "تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں معمولی لوگ گناہ کرتے تھے تو ان کو سزا دی جاتی تھی اور جب بڑے لوگ کرتے تو ان کا جرم نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔" (بخاری، کتاب الحدود)

مظلوموں کی تعداد اور محتاجوں کی اعانت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ رہا ہے، مکہ مکرمہ کی زندگی میں جب ایک مظلوم نے مدد کے لئے خانہ کعبہ کے پاس فریاد کی تو اس کی مدد کے لئے چند دیگر افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہوئے، عبداللہ بن جدعان کے گھر میں انہوں نے باہم مشورہ کر کے ایک جماعت بنائی اور یہ عہد کیا کہ مکہ میں جس شخص پر بھی ظلم کیا جائے گا ہم سب اس مظلوم کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ تاریخ میں "حلف الفضول" کے نام سے سنہرے حروف میں لکھا گیا ہے۔ ظلم کے خلاف متحد ہو کر آواز بلند کرنا اور مظلوم کو اس کا حق دلانا رسول اللہ کو اس قدر محبوب تھا کہ مدنی زندگی میں بھی ایک بار آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے آج بھی حلف الفضول میں بلایا جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔ سماج کے کمزور افراد کی خبر گیری اور مدد آپ کی حیات طیبہ کی روشن مثالیں ہیں۔

ایک صحابی حضرت خباب کسی لشکر میں گئے ہوئے تھے، ان کے گھر میں کوئی دوسرا مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا، آپؐ روزانہ ان کے گھر جا کر دودھ دوہ آتے تھے۔ دوسروں کے کام کر دینا آپ کو اس قدر محبوب تھا کہ ایک دفعہ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو چکی تھی، اسی درمیان ایک بدو نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میرا تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، آپؐ پہلے اسے کر دیجئے۔ آپ چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لئے اور اس کا کام پورا کرنے کے بعد نماز کے لئے تشریف لائے۔ مکہ میں ایک بار قحط پڑ گیا اہل مکہ جو مسلمانان مدینہ کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انسانی حسن سلوک کا اعلیٰ نمونہ قائم کرتے ہوئے مسلمانوں کی غربت و تنگ دستی کے عالم میں بھی

Marfat.com

پانچ سو دینار جمع کر کے سرداران مکہ کو بھیجے کہ قحط کے شکار لوگوں کی مدد ہو سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اور گھریلو زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ ایک عام انسان کی طرح روزمرہ کے کاموں اور ہر دکھ درد میں شریک نظر آتے ہیں، آپ گھر میں خود سے جھاڑو دے لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، خادموں کو ان کے کاموں میں مدد دیتے، بازار سے سودا خرید لاتے اور کوئی دعوت دیتا تو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ سماجی تعاون اور خوشی وغمی میں شرکت کے لئے کوئی مذہبی رکاوٹ آپ کی راہ میں حائل نہیں تھی۔ ایک یہودی خاتون کی دعوت آپ نے قبول فرمائی اور اس کا کھانا کھایا، اسی طرح ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا تو آپ اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک بار نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا تو آپ نے خود مہمان داری کی اور وفد کے اراکین کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ حق وانصاف کے معاملہ میں بلا تفریق مذہب ہر انسان آپ کی نظر میں برابر تھا۔ اگر کبھی اختلاف ہوتا تو ناحق کسی مسلمان کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔

آج جب کہ دنیا ایک عالمی گاؤں بن گئی ہے اور اس گاؤں میں مختلف مذاہب کے ماننے والے پڑوسی کی طرح رہنے لگے ہیں، سماجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ زندگی گذارنے کے آداب انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت میں ہمیں ایسے نمایاں نقوش ملتے ہیں جو اس پہلو سے بہترین رہنمائیاں فراہم کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سبق دیتی ہے کہ پڑوسی کا حق بہت بڑا ہے اور مذہب کے فرق سے قطع نظر وہ شخص سب سے برا ہے جس کی دل آزاریوں اور تکلیفوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ جبریل امین نے مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی اتنی تلقین کی کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ پڑوسی کو بھی میراث میں حصہ دار بنا دیا جائے گا۔

ایک سماج کے لوگوں کے درمیان پر امن بقائے باہم اور خوشگوار زندگی کا سب سے بہتر نمونہ اور اصول ''میثاق مدینہ'' کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے۔ رسول کریم

Marfat.com

علیہ السلام جب مدینے آئے تو وہاں کے مختلف قبائل اور اہل مذاہب کے ساتھ آپ نے معاہدہ فرمایا، یہی معاہدہ میثاق مدینہ ہے، اس کی دفعات کتنی مدبرانہ اور معقول ہیں، اس کا اندازہ ان کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے:

۱۔ سب لوگ ایک ہی قوم کے فرد سمجھے جائیں گے، یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہے اور دونوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہوگی۔

۲۔ اگر معاہدہ کرنے والے کسی قبیلے پر کوئی دشمن حملہ آور ہوگا تو تمام قبیلے مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

۳۔ شریک معاہدہ قبیلوں کے تعلقات خیر خواہی، نفع رسانی اور نیک اطواری پر مبنی ہوں گے، نہ کہ جبر پر، اور خلاف اخلاق امور میں کوئی اعانت نہیں کی جائے گی۔

۴۔ یہودیوں اور مسلمانوں کو برابر کے حقوق حاصل ہوں گے۔

۵۔ مظلوم کی ہر حال میں مدد کی جائے گی۔ وغیرہ

میثاق مدینہ کی ان دفعات نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ایک مشترک سماج کی تشکیل کا اصول فراہم کیا ہے اور ان خطوط پر آج کے کثیر مذہبی، کثیر تہذیبی اور کثیر لسانی سماج کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی کی یاد تازہ کرتے ہوئے ہماری نظر سب سے نمایاں طور پر اس خطبہ حجۃ الوداع کی جانب اٹھتی ہے۔ جو فی الواقع حیات انسانی کا سب سے اولین، جامع اور بنیادی منشور ہے۔ اس منشور نے انسانی مساوات، عدل و انصاف، انسانی جان کی قیمت و حرمت، عزت و آبرو کی حفاظت، سماج کے تانے بانے کو بکھیرنے والی ہر غلط چیز کے خاتمہ اور انسانی زندگی کی روشن رہنمائی کے ایسے سنہرے اصول دئے جو اس طرح یکجا کہیں نہیں مل سکتے، یہ خطبہ وحدت اللہ اور وحدت آدم کا آفاقی اعلان نامہ ہے جس نے انسانی جبین کو ہزاروں دروں کی جبہ سائی سے نجات دلا کر اللہ واحد کی چوکھٹ پر خم کر دیا ہے۔ اس نے انسانی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ کر انسانی عظمت و شرافت کا

Marfat.com

اعلان کیا ہے۔ اس خطبہ نے سماجی انصاف، انسانی حقوق اور حریت و مساوات کے ابدی اصول قائم کر دیئے ہیں اور انسانی سماج کو قلب و روح کی آزادانہ فضاؤں میں پرواز کرنے اور پھولنے کے وسیع میدان عطا کر دیئے ہیں۔

اس خطبہ میں سرور کائنات نے خالق کائنات کا ارشاد سنایا کہ "لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں جماعتوں و قبیلوں میں بانٹ دیا ہے کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو، تم میں زیادہ عزت والا خدا کی نظروں میں وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔" (حجرات: ۱۳) انسانی مساوات اور انسان کی عزت و عظمت کا کیسا لازوال اعلان ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر کوئی برتری حاصل ہے۔ اب نہ کالا گورے سے افضل ہے اور نہ گورا کالے سے بہتر ہے۔ اگر کوئی معیار فضیلت ہے تو وہ صرف تقوی اور خوف الٰہی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع نے جھوٹی نخوت و غرور، باپ دادا کے کارناموں پر فخر اور جھوٹے نسلی امتیاز کے تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا، ہر انسان کا خون اور مال دوسرے انسان پر حرام بنادیا۔ اس خطبہ نے بتایا کہ حق کا مالک وہی ہے جو اس کا حقدار ہے، امانت اس کو واپس کی جائے گی جس نے رکھوائی ہے، سود انسانیت کے لئے لعنت ہے اور اس لعنت کو پاؤں تلے روندڈالا جارہا ہے، قرض اور عاریت پر لیا ہوا سامان اس کے مستحق کو واپس کیا جانا ضروری ہے۔ کسی دوسرے کا مال اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک وہ خوش دلی سے نہ دے۔ اس خطبہ نے سماج میں عورت کی حیثیت اور اس کے مقام بلند کا واضح اعلان کرتے ہوئے کہا کہ تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں اور ان پر تمہارے حقوق واجب ہیں، تم عورتوں سے بہتر سلوک کرو اور ان کے بارے میں خدا کا لحاظ رکھو کیوں کہ تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا ہے۔ ہر بچہ کے نسب اور رشتہ کی ضمانت فراہم کرتے ہوئے اس خطبہ نے واضح کیا کہ بچہ اسی شخص کی جانب منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے، اور حرام کاری کرنے والے کے لئے پتھر

Marfat.com

ہے، جو کوئی اپنا نسب بدلے گا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع نے انصاف وعدل کا یہ سبق بھی سکھایا ہے کہ جرم کی سزا کسی بے گناہ کو نہیں دی جا سکتی۔ مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا، نہ باپ کے بدلہ میں بیٹے کو پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

انسانی وحدت، انسانی مساوات، عدل وانصاف، حریت و آزادی، اخوت اور انسانی عظمت وشرف کے تابناک اصولوں پر مبنی اس منشور حیات انسانی نے انسانی زندگی کو حقیقی کامرانی سے ہم کنار کرتے ہوئے یہ تعلیم دی کہ لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز ادا کرو، مہینے بھر کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو، اپنے خدا کے گھر کا حج کرو اور اپنے اہل امر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، اور میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے، اگر اس پر قائم رہے، وہ ہے خدا کی کتاب۔

حیات انسانی کا یہ منشور محض لفظوں کا مجموعہ نہیں ہے، تاریخ شاہد ہے کہ ان لفظوں کی بنیاد پر جو انسانی معاشرہ وجود میں آیا وہ فرد کی آزادی، فرد و معاشرہ کے درمیان رشتہ کے توازن، انسانی صلاحیتوں کے اعلیٰ ترین تخلیقی اظہار اور اخلاقی وروحانی پاکیزگی کے لحاظ سے آج تک اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی کے یہ وہ نقوش اور خطوط ہیں جن پر ہم اپنے موجودہ سماج کو استوار کر کے زندگی کو خوش گوار بنا سکتے ہیں۔ ہمارا سماج آج جن چیلنجوں کا سامنا کر رہا ہے اور افراط و تفریط کی جن پریشانیوں سے دوچار ہے ان کی نشاندہی کر کے ہر مسئلہ پر اگر ہم رسول اللہؐ کی حیات طیبہ سے روشنی لینا چاہیں تو یہ بات بلاخوف تردید کہی جائے گی کہ محسن انسانیتؐ کی جامع سماجی زندگی نے اپنے وسیع دامن میں ان تمام مسائل کا حل سمیٹ رکھا ہے اور حل بھی ایسا عادلانہ، منصفانہ، معقول و معتدل کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا حل سامنے آ نہیں سکتا۔

خود غرضی اور مفاد پرستی کی موجودہ دوڑ میں کتنی حق تلفیاں ہوتی ہیں، دیکھئے کہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی زبان فیض ترجمان کیسی ہدایت فراہم کرتی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ: "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (بخاری، کتاب الایمان) پوری انسانی برادری کی خیر و فلاح کے لئے یہ کیسا زریں اصول ہے، رسول اللہ کا مزید ارشاد ہے: "تم میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔" (حدیث) نفع رسانی، خیر خواہی اور انسانی فلاح و بہبود کا جذبہ اصل مطلوب ہے، سرکار دوعالم کا فرمان ہے کہ خیر خواہی کرو، اور دین خیر خواہی کا نام ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان)

انسانوں کو نفع پہنچانے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں، نفع اور خیر و بھلائی کے ہر طریقہ کو سراہا گیا ہے، کسی سے دو میٹھے بول کہہ دینا بھی صدقہ ہے۔ جس انسان کی زندگی ہمدردی سے محروم ہو چکی ہو اس کے لئے ہمدردی کے چند جملے کتنی قیمت رکھتے ہیں، کسی سے خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ ملنا بھی صدقہ ہے، راستہ میں کسی تکلیف دہ چیز کو دیکھ کر اسے راستہ سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: بندوں پر رحم کرو، جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (ترمذی، کتاب البر) رحمت عالم کی یہ شان رحمت صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی بلکہ انسانی سماج میں انسانوں کے ساتھ رہنے والے ہر جان دار کے لئے عام تھی۔ چناں چہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی گئی۔ جانوروں پر ظلم ہوتے دیکھ کر آپ نے سختی سے ممانعت فرمائی، بلاوجہ جانور کو پیٹنے، ستانے اور ٹھیک سے کھانا پانی نہ دینے پر رسول اللہؐ نے سخت تنبیہ فرمائی۔ ایک بار آپ نے ایک اونٹ کو دیکھا تو اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ اس جانور کے بارے میں خدا سے ڈرو جس کا خدا نے تم کو مالک بنایا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے چڑیا کے دو بچوں کو پکڑ لیا۔ چڑیا اوپر منڈلانے لگی، آپ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اس کو بے قرار کیا ہے، اس کے بچوں کو چھوڑ دو۔ ایک عورت کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس کو صرف اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے بلی باندھ کر

Marfat.com

بھوکا رکھا تھا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں واضح کیا کہ جس طرح انسانوں کی ایذارسانی ایک شرعی جرم ہے، اسی طرح جانوروں کی ایذارسانی بھی گناہ ہے۔

انسانی سماج کا ایک اہم حساس اور تشویش ناک مسئلہ ماحولیاتی آلودگی کا ہے، اور اس کی تباہ کاریوں سے انسانی معاشرہ لرز رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اس سے متعلق اصولی ہدایات کیسی روشن ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو مسلمان درخت لگائے گا اس سے جو انسان یا پرندہ بھی کچھ کھائے گا تو اس کا ثواب درخت لگانے والے کو ملے گا۔ ہرے بھرے درختوں کو کاٹنے سے رسول اللہؐ نے دوران جنگ بھی منع فرمادیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، پانی کے بے جا خرچ کو روکنے کی ہدایت رسول اللہؐ کی زندگی میں اتنی تھی کہ کہا گیا کہ اگر کوئی شخص ندی کے کنارے بیٹھ کر پانی کا استعمال کرے تو بھی وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرے۔ عام راستوں اور گزرگاہوں پر کوئی گندی چیز پھینکنے، یا غلاظت کرنے کو آپ نے منع فرمایا بلکہ راستوں سے کسی بھی نقصان دہ چیز کو ہٹانے کی تعلیم فرمائی۔ بازار کی اشیاء خوردنی میں ملاوٹ اور نفع خوری کے لئے دھوکہ دہی آج عام شیوہ ہوتا جارہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دھوکہ دہی سے کام لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان) ایک بار آپ نے بازار میں ایک سامان میں اندر ہاتھ ڈالا جو اوپر سے اچھا اور اندر سے گھٹیا نکلا، آپ نے فرمایا کہ یہ دھوکہ ہے، دونوں کو علاحدہ علاحدہ بیچو۔ (مسند احمد ۴۸۶۷) صفائی ستھرائی کو رسول اللہ نے آدھا ایمان قرار دیا، روزانہ پانچ وقتوں کی نمازوں کے لئے وضو کرنے کی صورت میں جسم کے ان اعضاء کو دھونے کی ہدایت جو عموماً کھلے رہ کر مختلف جراثیم اور ماحولیاتی عوامل کا نشانہ بنتے رہتے ہیں صفائی اور حفاظت کا بہترین نظام فراہم کرتی ہے۔ رسول اللہؐ کی حیات طیبہ میں یہ مثال ملتی ہے کہ مسجد نبوی میں ایک جانب ایک بدو نے آکر پیشاب کردیا تو آپ نے ایک ڈول پانی منگوا کر اس کو صاف کردیا۔ دیوار پر کسی نے تھوک دیا تو اسے کھرچ کر اس کی جگہ خوشبو لگادی۔ غذائی

Marfat.com

سامانوں میں جن چیزوں کو کھانے سے منع کیا گیا ان کی بنیاد اسی بات پر تو رکھی گئی ہے کہ وہ خبیث و گندی ہیں اور انسانی جسم و صحت کے لئے مضر ہیں۔ قرآن میں ہے "ویحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث" (اعراف:۱۵۷) یعنی لوگوں کے لئے اچھی و طیب چیزوں کو حلال اور گندی اور خراب چیزوں کو حرام قرار دیا۔ شہری زندگی کے نوع بہ نوع سماجی مسائل اور ماحولیات سے متعلق سوالات کا بہترین حل اور جواب ہمیں کہیں مثالوں کی صورت میں اور کبھی اصولوں کی شکل میں رسول اللہؐ کی حیات طیبہ میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

آج کا ایک اہم مسئلہ شدت پسندی، تشدد اور جارحانہ مزاج ہے۔ جس کے پیچھے مختلف اسباب و عوامل کام کر رہے ہیں۔ ان عوامل سے قطع نظر ہمیں رسول اللہؐ کی پاکیزہ زندگی میں ایسی رہنمائیاں، ہدایات اور مثالیں ملتی ہیں جو بڑی وضاحت کے ساتھ اعلان کرتی ہیں کہ کسی بے گناہ پر ظلم اور زیادتی ناقابل تسلیم ہے۔ کسی کو دہشت زدہ کرنا اور خوف میں مبتلا کر دینا قطعاً ممنوع ہے۔ حتی کہ کسی کے سامنے بلاوجہ تلوار لہرانے کو بھی غلط قرار دیا گیا ہے۔ جان کی قیمت اور احترام تو واضح ہے ہی، کسی دوسرے کا مال بھی دوسرے کے لئے حلال نہیں ہے اور نہ اس کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ کسی کے مال کا ذرا سا حصہ بھی اگر کسی انسان نے دبا لیا ہے تو اسے واپس کرنا ہوگا ورنہ اللہ کے نزدیک اسے جواب دہ ہونا اور حقدار کا حق واپس کرنا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ (بخاری، کتاب الرقاق) ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی مجلس میں آنے کی اجازت چاہی، آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ اچھا انسان نہیں، لیکن اسے بلا لو، وہ آیا تو آپ اس کے ساتھ اچھی طرح باتیں کرتے رہے، جب واپس چلا گیا تو کسی صحابی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے بتایا تھا کہ وہ اچھا آدمی نہیں لیکن آپ اس کے ساتھ اچھی طرح باتیں کرتے رہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی کی زبان کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں وہ برا

Marfat.com

ہے۔(مسنداحمد ۲۲۹۷۷)

ہمارے سماج کو رشوت خوری کے چلن نے اندر سے کھوکھلا بنادیا ہے اور اس کی وجہ سے بالخصوص سماج کے کمزور اور غریب طبقات اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہؐ کی پاکیزہ زندگی رشوت کو ایک سماجی لعنت قرار دیتی ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے احساس کو محرک بنایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا، کہ تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی مفوضہ ذمہ داریوں اور اس کے ماتحتوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔(بخاری، کتاب الجمعہ) احساس ذمہ داری اور احساس جواب دہی کا یہ تصور رشوت کے دروازے کو بند کر دیتا ہے۔

سماجی زندگی میں آج کچھ سماجی لعنتیں در آئی ہیں جن میں خانگی زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل میں طلاق کی بڑھتی شرح اور جہیز و تلک کی مانگ سر فہرست ہیں۔ رسول اللہ کی سیرت طیبہ ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ نکاح کا رشتہ پائیداری چاہتا ہے۔ بلاوجہ طلاق دینا اللہ کو سخت ترین ناپسند ہے اور اسی طرح بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنا لعنت کا سبب ہے۔ خانگی زندگی کو خوشگوار اور پائیدار بنانے کے لئے سیرت طیبہ نے قدم قدم پر بہترین ہدایات دی ہیں۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی کمزوریوں سے چشم پوشی، ان کے حقوق کی ادائیگی، اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کی تفصیلی ہدایات رسول اللہؐ کی سیرت وحیات میں موجود ہیں۔ جہیز کا مطالبہ اور جہیز کے لالچ میں عورت پر ظلم یا دباؤ کسی قیمت پر گوارہ نہیں ہے، سیرت طیبہ کی تعلیم کا تقاضہ ہے کہ اس سماجی لعنت کو بالکل ختم کیا جائے اور خانگی زندگی کو سنت رسولؐ کے سانچہ میں ڈھالا جائے۔

سماج میں باہمی اعتماد، تعاون اور باہمی محبت کا فروغ سماج کی بنیادوں کو مضبوط کرتا ہے۔ ایسی مضبوطی کے لئے رسول اللہؐ نے خاص اہتمام فرمایا ہے، بڑی تفصیل کے ساتھ ہدایت دی گئی ہے۔ کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی نہ کی جائے، کسی کی ٹوہ اور تجسس میں نہ پڑا جائے، کسی کو مدد کے موقع پر بے یار ومددگار نہ چھوڑا جائے، کسی کو برے نام اور برے

Marfat.com

لقب سے نہ پکارا جائے، کسی کے بارے میں بدگمانی نہ رکھی جائے، ہر انسان سے محبت کی جائے، اس کے تئیں حسن ظن رکھا جائے، باہمی محبت کو بڑھاوا دینے کا بہترین نسخہ آپ نے یہ بتایا کہ ایک دوسرے کو تحفے تحائف دئے جائیں، سلام کو رواج دیا جائے، اس سے محبت بڑھتی ہے۔ باہمی مدد اور تعاون کا درجہ اتنا اونچا کیا گیا کہ فرمایا گیا جب تک انسان اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس انسان کی مدد کرتا رہتا ہے۔(مسلم، کتاب الذکر) قرآن میں کہا گیا کہ ہر نیکی اور تقویٰ شعاری کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور ظلم وزیادتی میں تعاون مت کرو۔(مائدہ:۲)

سماجی زندگی میں ایک اہم مسئلہ مختلف مذاہب کے احترام اور ان کے درمیان بقائے باہم کا ہے۔ سیرت طیبہ میں اس بارے میں بہت واضح ہدایات موجود ہیں۔ میثاق مدینہ میں تمام مذاہب والوں کے لئے اپنے اپنے مذہب پر عمل کی آزادی کی ضمانت تاریخ میں محفوظ ہے، مذہبی اصولوں میں اپنی شناخت کے ساتھ باقی رہتے ہوئے دوسرے مذاہب اور ان کے ماننے والوں کا احترام اور اپنے اپنے مذہب پر عمل کی آزادی سیرت طیبہ نے دی ہے۔ اس نے بتایا کہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہے اور مذہب کا فرق باہمی رواداری، باہمی تعاون، باہمی اشتراک عمل اور سماجی ہم آہنگی میں ہرگز رکاوٹ نہیں بنتا ہے۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اپنے اپنے مذہب پر عمل کی ضمانت کے ساتھ زیادہ مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار سے اس معاملہ میں کافی روشنی ملتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی بڑی ہمہ گیر، وسیع اور ہر زمانہ کی سماجی ضروریات میں رہنمائی رکھنے والی ہے۔ سیرت طیبہ کا یہ موضوع ایسے نقوش روشن سے مالا مال ہے جس کی روشنی سے ہم اپنے سماج کی کسی بھی نوع کی تاریکی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ سیرت طیبہ کا سماجی پہلو آج بھی ایک روشن قندیل، ایک منبع فیض اور بہترین اسوہ حسنہ ہے۔

Marfat.com

۲۱ویں صدی میں اسلامی موقف*

بیسویں صدی اپنی محیر العقول ایجادات اور دریافتوں اور ساتھ ہی اتنی ہی ہوش ربا تباہ کاریوں کے ساتھ اب تمام ہونے کو ہے۔ یہ صدی انسانی تاریخ میں اس لئے یاد کی جائے گی کہ اس کے دوران سائنس اور تکنالوجی کے ذریعے انسان نے ذہنی اکتسابات کو ترقی کے ایسے بام عروج پر پہنچادیا کہ اس کے زیر اثر نہ صرف خارجی دنیا کی کایاپلٹ ہوگئی بلکہ انسان کی باطنی دنیا میں بھی ایک قیامت برپا ہوگئی۔ بیسویں صدی میں انسان نے پہلی بار دو عالمی جنگوں کا نظارہ دیکھا اور یہ دیکھا کہ انسان نے اپنی ہلاکت کا ایسا سامان کرلیا ہے جیسا کہ پہلے کبھی نہیں تھا اور جس کے سبب کرۂ ارض پر موجود زندگی کے تمام مظاہر اور آثار کو چشم زدن میں تباہ بلکہ کئی کئی بار تباہ کیا جاسکتا ہے۔

بیسویں صدی کے آخری لمحوں میں ہماری آنکھوں کے سامنے جو دنیا پھیلی ہوئی ہے اور پھیلتی جارہی ہے اور انسان کا جو تصور مستحکم ہوتا جارہا ہے وہ ایک ایسی دنیا اور انسان کا ایک ایسا تصور ہے جو مواصلاتی اور اطلاعاتی تکنالوجی کے انقلابی فروغ کے زیر اثر اپنی تمام قدیم اور روایتی شناختوں اور خصوصیات سے محروم ہوتا چلا جارہا ہے۔ ساری دنیا دھیرے دھیرے ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہوتی جارہی ہے اور اس گاؤں کی تشکیل کرنے والی مختلف مذہبی، ثقافتی اور تہذیبی روایتیں اس نئی ابھرتی ہوئی زندگی کے بلاخیز سیلاب کے زیر اثر اپنی مخصوص صفات سے محروم ہونے کے اندیشے سے دوچار ہیں۔ اس عالمی گاؤں کا بنیادی محرک ہے صارفیت

---

* تحریک الامین، بنگلور کے سلسلۂ خطبات کا دوسرا خطبہ

Marfat.com

(Consumerism) کا رجحان جو مغربی معاشروں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا اب مشرقی دنیا اور خود ہمارے اپنے ملک میں بھی ہمارے بازاروں پر حاوی ہو رہا ہے اور وہاں سے اس کے تباہ کن اثرات ہمارے گھروں اور ذہنوں اور زندگیوں میں سرایت کرتے جا رہے ہیں۔ اس صارفی کلچر میں انسانی اجتماعات صرف اور صرف بازار کے چشم و ابرو کے اشاروں پر چلتے ہیں اور اس کے تحت انسان صرف فروخت کار اور خریدار ہوتے ہیں اور دنیا کی ہر چیز، عام استعمال کی اشیاء سے لے کر افکار و اقدار تک، محض اشیائے خرید و فروخت ہو کر رہ جاتی ہیں۔ دولت اور سرمایہ اس نئی عالمی دنیا کی بنیادی قدر ہے اور مادی اور جسمانی خواہشات اور ان کی تسکین و تکمیل اس دنیا کا واحد نصب العین ہے۔ انسانی شرف و مجد اور تہذیب و شرافت کے اب تک کے تمام معیار اور اقدار، نیکی، پاک دامنی، علوئے کردار، اخلاص، درد مندی، مروت، کسرِ نفسی، فروتنی، فلاح پسندی جیسی خوبیاں اب فرسودہ اور گئے وقتوں کی کہانیاں ہو کر رہ گئی ہیں۔

یہ خواہش پرستی ایک طرف تو فطرت اور ماحولیاتی توازن کو تباہ کر رہی ہے جس کے نتیجے میں کرۂ ارض پر انسانی زندگی کی بقاء و برقراری خطرے میں پڑ گئی ہے۔ ہوا میں زہر گھل رہا ہے، پانی زہر آلود ہو رہا ہے، کرۂ ارض کو سورج کی الٹراوائلٹ (ultra violat) شعاعوں سے محفوظ رکھنے والی اوزون پرت میں جگہ جگہ شگاف پڑ رہے ہیں جس کے نتیجے میں عالمی درجۂ حرارت بڑھتا جا رہا ہے اور موسموں میں عدم توازن پیدا ہو گیا ہے۔ دوسری طرف انسانی معاشرہ مختلف محاذوں اور سطحوں پر انہدام کا شکار ہو گیا ہے۔ خاندان جو صدیوں سے انسانی معاشرے کی بنیاد اور محور رہا ہے، ٹوٹ گیا ہے یا ٹوٹتا جا رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسانی فرد تنہا اور ان سہاروں سے محروم ہو گیا جو جذباتی اور اعصابی بحران کے موقعوں پر اس کی روحانی تسکین کا سامان کرتے تھے۔ ایک طرف تو یہ تنہائی اور علاحدگی اور دوسری طرف حد سے بڑھی ہوئی انفرادیت پرستی اور اباحیت پسندی جنہوں نے انسان کو اخلاقی اعتبار سے بے قید و بے ضابطہ کر دیا۔ یہ بے قیدی اور بے مہاری سب سے زیادہ جنسی

Marfat.com

اخلاقیات کے دائرے میں نمایاں نظر آتی ہے جس کی شکست و ریخت کے نتیجے میں آج کا آدمی ایڈس جیسی ہلاکت خیزی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یعنی یہ کہ جنسی بے راہ روی اپنی انتہائی صورت میں انسانی جسم کے اس مدافعاتی نظام کو منہدم کر رہی ہے جس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بحران اپنی انتہائی شکل میں انسان کی باطنی دنیا میں ظاہر ہوا ہے۔ جہاں اب تک کائنات اور انسان کے ایک خالق کا تصور اور عقیدہ رہتا تھا وہاں اب انسان کے خود اپنی تقدیر کے مالک ہونے کا تصور، اپنی آزادی اور خود مختاری پر عقیدہ آ کر بیٹھ گیا ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس تشکیک اور خدا بیزاری کا جس نے کائنات اور انسانی زندگی سے اس کی مابعد الطبیعیاتی بنیادیں چھین لیں اور انہیں پوری طرح مادی اور غیر مقدس بنا دیا۔ اب آدمی خود اپنا حوالہ ہے اور اس کے آگے پیچھے ایک خلا ہے۔ لہٰذا اب کائنات اور انسانی زندگی کسی بھی اعلا و ارفع مقصد اور معنی سے محروم ہو چکے ہیں۔ انسان صرف اور صرف ایک مادی وجود ہو کر رہ گیا ہے جس کی کوئی روحانی بنیاد نہیں ہے۔ یہ روحانی خالی پن آج کے انسان کا سب سے بڑا روگ ہے۔

یہی صورت حال اقتصادی اور سیاسی میدانوں میں ملکی اور بین الاقوامی سطحوں پر بھی نظر آتی ہے۔ ملکوں کے اندر دولت مند اور محروم طبقوں کے درمیان نابرابری بڑھ رہی ہے اور معاشی فلاح کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اس طرح ترقی یافتہ ملک، ترقی پذیر ملکوں کو ایک نئے انداز سے غلام بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ یہ اقتصادی عدم مساوات اور ناانصافی سیاسی سطح پر تشدد، دہشت گردی اور جنگ کی صورتوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔

اسلام، دنیا میں اس دنیا کے خالق اور سارے جہانوں اور زمانوں کے رب کا آخری پیغام ہے جو محمد رسول اللہؐ کے توسط سے انسانوں کو حاصل ہوا ہے۔ یہ پیغام ازل سے ابد تک پھیلے ہوئے زندگی اور زمانے کے سلسلے کے تمام ظاہر و باطن کے علم پر حاوی اور محیط ہے۔ یہ پیغام کائنات اور انسان کے سببِ تخلیق اور انسانی زندگی کے اصل نصب العین سے ہمیں

Marfat.com

آگاہ کرتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا میں انسانی تقدیر کیا ہے اور زندگی کے کیا معنی ہیں اور یہ فرصتِ حیات جو ہمیں عطا کی گئی ہے اسے ہمیں کس طور پر بسر کرنا ہے۔

اسلام نے تاریخ کے ہر دور اور زندگی کے ہر طور کے پیش نظر انسانوں کی رہنمائی کا سامان کیا ہے۔ اسلام کے اولین مخاطب عرب کے وحشت زدہ اور تہذیب نا آشنا لوگ تھے جو زندگی کی ہر اعلیٰ و ارفع قدر کو بھول کر گمراہی کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ رسول اکرمؐ نے وحشت کی اس انتہاء کو تہذیب کی انتہا میں تبدیل کر دیا اور وہی لوگ جو بعثت محمدیؐ سے پہلے تک دنیا میں گمراہیوں کی مثال تھے نور مصطفویؐ سے جب ہمکنار ہوئے تو رشد و ہدایت کے نمونے بن گئے۔ مسلمانوں نے کئی سو برس تک دنیا کی تہذیبی، سیاسی، علمی اور روحانی رہنمائی اور قیادت کی، یہاں تک کہ ۱۴ویں صدی عیسوی سے انہیں علمی زوال نے آلیا۔ اسی کے ساتھ ان کی سیاسی وحدت بھی پارہ پارہ ہونے لگی۔ اگرچہ اس وقت اسلامی دنیا میں تصوف کی روحانی لہر شدت سے جاری تھی لیکن علمی و فکری سرگرمی کا میدان اسلامی دنیا سے نکل کر یورپ کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ ۱۴ویں صدی میں اٹلی میں احیائے علوم یا نشاۃ ثانیہ کی جو تحریک شروع ہوئی اس نے اس دنیا کی بنیاد رکھ دی جس میں آج ہم اور آپ مبتلائے آزار ہیں۔ اس تحریک نے اسلام کی مابعد الطبیعیات کی جگہ یونانی مادیات کو مسند نشیں کر دیا اور اس کے بعد انسانی علم کا محور ذات خداوندی اور وحی الٰہی نہ رہی بلکہ یہ درجہ عقل اور حواس کو حاصل ہو گیا۔ اس طرح مغربی دنیا اور اس کا فکر و فلسفہ ایک ایسی راہ پر چل پڑا جس کی منزل انسان کی مکمل آزادی اور خود مختاری کی جستجو تھی۔ اس جستجو میں مغربی انسان ماضی کی رہنمائیوں کے تمام نقوش مٹاتا چلا گیا۔ علمی ترقی نے نئے نئے علوم کو جنم دیا اور ۱۷ویں صدی کے سائنسی انقلاب نے علم کا ایک ایسا تصور اور نقشہ پیش کر دیا جس نے سائنس اور ٹکنالوجی کے زور پر ۱۹ویں صدی میں صنعتی انقلاب کو تحریک دی جس نے دنیا اور انسان دونوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

لیکن انسان بہت دن تک روحانی خلا میں نہیں رہ سکتا۔ اس کی روحانی تشنگی اسے

Marfat.com

کبھی نہ کبھی ایسے سرچشموں کی تلاش پر اکساتی ہے جو اس کی روح کو سیراب کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیسویں صدی کے نصف آخر کے دوران جب مغربی تہذیب اپنی مادی اور سائنسی ترقیات کی منزلوں پر منزلیں سر کر رہی تھی اسی مغرب میں روحانی تشنگی کے مارے ہوئے ذہنوں، عالموں، فلسفیوں، شاعروں اور فن کاروں کی ایک ایسی نسل ابھری جو اپنے چاروں طرف کی مادی چکاچوند سے سخت نامطمئن اور بیزار تھی۔ ان میں سے بیشتر کو نہیں معلوم تھا کہ اس روحانی بے اطمینانی اور اضطراب کا علاج کیا ہے۔ لیکن ایسے بھی بہت تھے جو خوش قسمتی سے قرآن کریم اور رسول اکرمؐ کے فیض و فیضان تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے جنہیں اسلام میں جدید زندگی کی پیدا کردہ بے چینیوں اور محرومیوں کا جواب اور علاج حاصل ہو رہا ہے۔

اس لحاظ سے اسلام کے پیغام اور رسول اکرمؐ کی سیرت کو آئندہ صدی میں انسانوں کی رہنمائی اور فلاح کے لئے ایک نئی معنویت حاصل ہو گئی ہے۔ آئندہ صدی میں اسلام کا تصور انسان، تخلیق آدم کا تصور، انسانی علم کی ماہیت کا تصور اور انسانی زندگی کے نصب العین کا تصور ایک علمی اور روحانی انقلاب کا محرک ہو گا۔

انسان اور تخلیق آدم سے متعلق سورۃ البقرہ کی یہ آیات کریمہ اپنے اندر بڑے بلیغ اشارے رکھتی ہیں:

> "اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ وہ بولے کیا آپ اس میں کسی ایسے کو (خلیفہ) بنائیں گے جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ درآں حالے کہ ہم آپ کی حمد کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ نے آدم کو نام سکھائے کل کے کل۔ پھر انہیں ان کے سامنے پیش کیا۔ پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ وہ بولے کہ آپ کی ذات

Marfat.com

پاک ہے۔ ہمیں تو کچھ علم نہیں مگر ہاں! وہی جو آپ نے ہمیں علم دے دیا۔ بے شک آپ ہی ہیں بڑے علم والے اور حکمت والے۔ فرمایا اے آدم بتا دو انہیں ان کے نام۔ پھر جب انہوں نے انہیں ان کے نام بتادئے تو (اللہ نے) فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ کہ چھپاتے ہو وہ سب جانتا ہوں اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے رو برو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر میں آگیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے۔ اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس (ایک) درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے دونوں کو پھسلایا اسی درخت کے باعث اور جہاں وہ تھے اس سے انہیں نکلوا دیا۔ اور ہم نے کہا (اب) تم سب نیچے اتر جاؤ ایک دوسرے کے دشمن ہو کر۔ اور تمہارے لئے زمین ہی پر ٹھکانا اور ایک مدت تک نفع اٹھانا ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھ لئے۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ وہ تو ہے ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔ (اور) ہم نے حکم دیا کہ تم سب اس سے نیچے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو اس کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین (ہی) ہوگا۔ اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہی دوزخی ہیں اور وہ اس میں (ہمیشہ) پڑے رہیں گے۔" (البقرہ:۳۰تا۳۹)

Marfat.com

ان آیات میں انسانی فطرت، انسانی علم اور انسانی زندگی کے نصب العین کا ایک جامع نقشہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اس نے انسان کو علم دیا۔ پھر نافرمانی کی سزا کے طور پر زمین پر اتار دیا اور اس کے سامنے دو راستے رکھے۔ یا تو وہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت قبول کرے اور خوف و غم سے رہا ہو جائے یا پھر اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور دوزخ میں اپنی جگہ بنائے۔ اللہ کے بخشے ہوئے علم سے انسان کو حق ہے کہ دنیا کو ترقی دے، اسے حسین سے حسین تر بنائے اور اس سے نفع اٹھائے۔ اس طرح انسان کے سامنے دنیا کی مادی ترقیوں کا راستہ کھل گیا مگر اس کے ساتھ یہ شرط بھی رکھ دی گئی کہ یہ ترقی اپنے آپ میں کوئی مقصد نہیں ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

> "خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض ایک کھیل کود اور ظاہری خوش نمائی اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد کی کثرت کے بارے میں ایک دوسرے پر برتری بتلانا ہے۔ بارش کی طرح کہ اس کی پیداوار کاشت کاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ پک کر خشک ہو جاتی ہے۔ سو تو اسے زرد دیکھتا ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں عذاب شدید بھی ہے۔ اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی (بھی) اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔" (الحدید:۲۰)

قرآن کریم نے کامیاب زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ آج کے انسان کے لئے ایک سیدھی سچی راہ فلاح ہے۔

> "اور اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف تیز رفتاری سے دوڑنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔ اور جنت کو حاصل کرنے کے لئے بھی دوڑو جس کا عرض تمام آسمانوں اور زمین ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فراغت اور تنگی (دونوں) میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے

Marfat.com

والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب حد سے تجاوز کر بیٹھتے ہیں یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے لگتے ہیں اور اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو گناہوں کو بخش دے۔ اور یہ (لوگ) اپنے کئے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے۔" (آل عمران: ۱۳۴ تا ۱۳۵)

"اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جاہل لوگ بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی (کی بات) کہہ دیتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ و قیام میں رات بسر کرتے ہیں۔ اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھ۔ کہ بے شک اس عذاب سے پیچھا چھوٹنے والا نہیں ہے...... اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) ان دونوں کے درمیان اعتدال پر رہتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔ اور جس کی جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر حق کی وجہ سے۔ اور وہ زنا نہیں کرتے اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ بے ہودہ اور کج باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب وہ بے ہودہ و بے مقصد بات کی طرف سے گذرتے ہیں تو شرافت سے گذر جاتے ہیں...... اور یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا سردار بنادے۔" (الفرقان: ۶۳ تا ۷۵)

Marfat.com

اسلام آج کے انسان کی اس بیماری کا علاج ہے کہ اسے زندگی کو حد سے زیادہ بے خدا بنالیا ہے۔ اسلام نے دین و دنیا کی تفریق ختم کر کے انسان کو جسمانی اور روحانی وحدت کا ایک ایسا تصور دیا ہے جو جدید دنیا کے منقسم انسان کے روحانی اضطراب کو سکون دے سکتا ہے۔ اسلام میں کائنات کی ہر چیز خدا کی آیت، اس کی نشانی ہے اور اسی لئے اس کو ایک تقدس حاصل ہے۔ اس لحاظ سے انسان کائنات سے جو بھی رشتہ قائم کرتا ہے اسے بھی تقدس حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ اور رسول کا فرمان ہے کہ انسان کو اپنا ہر کام عبادت کی طرح کرنا چاہئے۔ تمام انسانی اعمال و افعال کو عبادت کے درجے پر فائز کر دینے کا یہ تصور انسانی زندگی کو پاکیزگی کے وسیع تر منظر نامے کا حصہ بنا دیتا ہے۔

اسی طرح اسلام کا تصور عبادت انسانی وحدت کا محرک ہے۔ نماز کوئی بھی مسلمان پڑھا سکتا ہے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کا رنگ، نسل، ملک اور قوم کیا ہے۔ نماز کہیں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے کسی بڑے اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اس طرح اپنے مرکز کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ جدید انسان کی اصل بیماری یہ ہے کہ وہ اپنے روحانی مرکز سے محروم ہو گیا ہے اور اس وجہ سے وہ اِدھر سے اُدھر بھٹکتا پھر رہا ہے۔

اسلام نے وحدت انسانی کا جو آفاقی تصور پیش کیا ہے اس کی اہمیت آج کی دنیا میں پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

> "اور تمام انسان (ابتدا میں) ایک ہی جماعت تھے۔ بعد میں انہوں نے (آپس میں) اختلافات پیدا کر لئے۔" (یونس:۱۱)

> "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے (پھر) اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پیدا کئے۔" (النساء:۱)

رسول اکرمؐ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار فرمایا ہے (مسلم شریف،

Marfat.com

کتاب الاکراہ) اور فرمایا کہ "وہ سب ایک امت ہیں (سیرت ابن ہشام)۔ وحدت انسانی کا یہ تصور رسول پاکؐ کے آخری خطبے کے الفاظ کی صورت میں ساری دنیا کے لئے انسانی وحدت کا ایک ایسا منشور ثابت ہو چکا ہے جس سے آگے آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ یہی اصول، مفاہمت بین المذاہب کے معاملے میں بھی روا رکھا گیا ہے۔ فقہ اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے متعدد ضابطے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مختلف مذاہب کے درمیان رواداری اور بقائے باہم کو کتنی اہمیت دی ہے۔ الخراج لابی یوسف میں ہے کہ

> یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں۔
> یہ لوگ رات اور دن میں جب چاہیں ناقوس بجائیں البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ ہیں۔ یہ لوگ اپنے عید کے دن صلیب نکالیں۔

اسی کتاب میں ایک اور جگہ ہے:

> کسی پادری کو اس کے موقف سے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے، کسی کاہن کو اس کی کہانت سے نہ ہٹایا جائے اور نہ کسی قسم کی سختی یا تنگی کی جائے۔

۱۷۱ھ میں خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں مصر کے گورنر موسیٰ بن عیسیٰ تھے۔ انہوں نے منہدم شدہ گرجوں کی حکومت کی جانب سے تعمیر کے بارے میں علماء سے فتویٰ طلب کیا۔ اس وقت کے سرکردہ علماء نے گرجوں کی تعمیر نو کا فتویٰ دیا۔ علامہ مقریزی نے تاریخ مصر میں لکھا ہے۔

> عبداللہ بن لہیعہ اور لیث بن سعد کے مشورے سے کُل عبادت خانے حکومت کی جانب سے بنادیئے گئے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ تو شہر کی عمارتیں ہیں اور دلیل یہ پیش کی کہ یہ سب اسلامی حکومت، صحابہ اور تابعین کے زمانے میں تعمیر کئے گئے تھے۔

Marfat.com

اسلامی فقہ میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے خنزیر یا شراب کو ضائع کر دے تو اسے اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی حالاں کہ یہ دونوں چیزیں اسلام میں حرام ہیں (در المختار)۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ لوگ (غیر مسلم) اپنی شہادت کے احکام، نکاح کے معاملات، وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام ذاتی معاملات میں آزاد ہوں گے۔ (الاموال)

اسلام کے یہی آفاقی انسانی اصول اور ضابطے ہیں جو آئندہ صدی میں ایک نئے انسانی معاشرے کی تشکیل کی بنیاد ہوں گے۔ ایک معاشرہ جس میں انسان ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی، رواداری اور بقائے باہم کے رشتے قائم کریں، جس میں سماجی اور اقتصادی عدل ہو، جو سیاسی جبر و استحصال سے پاک ہو اور جس کی بنیاد مادے اور جسمانی خواہشات پر نہیں اللہ کے آگے سپردگی اور اس کے احکام کی پیروی پر ہو۔

Marfat.com

ماحولیاتی تطہیر کا تصور اسلام میں*

سارے مشرقوں اور مغربوں کے رب نے اپنے تمام کائنات، تمام زمینوں اور زمانوں اور تمام عالموں کے برگزیدہ ترین بندے اور افضل ترین بشر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا خطاب عطا کیا ہے تو اس میں ایک خاص مصلحت اور حکمت بھی رکھ دی ہے۔ رسول پاک کی اس صفت میں اللہ کی ربوبیت کا پرتو بھی ہے، رحیمی اور رحمانیت کا بھی۔ انسانوں اور تمام جانداروں کو بنانے اور پالنے والا تو اللہ ہے مگر رسول اللہؐ انسانوں، دیگر تمام جانداروں، تمام حیوانوں اور نباتات پر اپنی اولاد کی طرح شفقت کا سایہ ڈال کر انہیں اپنے رب کی پناہ میں لے آتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپؐ اپنے رب کے دیئے ہوئے علم کی روشنی میں تمام انسانوں اور جانداروں کے اندر موجود قوت حیات اور روپوش بصیرتوں کو متحرک کر کے انہیں اس منزل کی طرف جانے میں مددگار ہوتے ہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دی ہے۔ لیکن جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے انسان بار بار راہ حق پر آنے کے بعد صراط مستقیم سے پھر جاتے ہیں اور یہ کہ وہ بار بار اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور اس طرح ایک صریح ظلم کے مرتکب ہو کر اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ رسول کریمؐ نے انسانوں کو اللہ کے آخری پیغام کی روشنی دی، انہیں کتاب و حکمت کی باتیں کھول کر بتائیں، انہیں وہ علم پہنچایا جس کے نور میں وہ اپنی اصل کو یعنی اپنے رب کو پہچان سکیں اور یہ جان سکیں کہ انہیں اس دنیا میں صلاح و فلاح کے لئے پیدا کیا گیا ہے، ظلم

---

* تحریک الامین، بنگلور کے زیر اہتمام سلسلۂ خطبات کا تیسرا اور آخری خطبہ

Marfat.com

کرنے اور فساد پھیلانے کے لئے نہیں۔ رسول اکرمؐ نے انسانوں کو بتایا کہ جب ان کے رب نے انہیں اشرف المخلوقات بنا کر ان پر ایک احسان عظیم اور رحم بسیط کیا ہے تو انہیں بھی دوسروں پر رحم کرنا چاہیئے۔ مگر انسان خطاؤں کے پتلے ہیں، ان پر بار بار نسیان اور فراموش کاری کے اندھیرے حملہ زن ہوتے ہیں اور وہ صدق وصفا کی راہ سے بھٹک بھٹک جاتے ہیں لیکن حبیب کبریاؐ کی شان کریمی تو یہی ہے کہ وہ بار بار خطاؤں کو بخشتے ہیں، عفو ودر گزر سے کام لیتے ہیں اور انسانوں کو آخری حد تک خیر وفلاح کی راہ پر واپس لانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

قرآنی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کے اس تناظر میں موجودہ دنیا اور آج کے انسان کی صورت حال پر نگاہ ڈالیں تو ایک طرف تو اللہ اور اس کے آخری رسولؐ کی رحیمی ورحمانیت، رحم وکرم، جود وسخا، بخشش وعطا اور صدق وصفا کے دریا موج زن ہیں تو دوسری طرف انسان ہیں جو اپنی خدا فراموشی اور خود پرستی کے ہاتھوں اپنی زندگی کو ایک تپتا ہوا ریگستان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اپنی وجہ پیدائش، غایت تخلیق، روحانی منصب اور اخروی نصب العین کو بھول کر، اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کرتے ہوئے، اپنے اول و آخر اور خود اپنے مقصد ومنزل ہونے کے جھوٹے زعم اور غرور میں آج کا انسان ایک ایسے راستے پر چلا جارہا ہے جو صرف اور صرف تباہی وبربادی کا راستہ ہے، جس کا انجام صرف ہلاکت اور نامرادی ہے۔ انسان اس دنیا کو بہشت بنانے کی کوشش میں دوزخوں پر دوزخیں تعمیر کرتا چلا جارہا ہے اور بقول سید حسین نصر انسان نے پہلے زمین حاصل کرنے کے لئے جنت کھوئی اور اب اس زمین سے بھی ہاتھ دھونے والا ہے۔

مغرب کے مادّی ترقی کے جنون اور اس کی بنیاد پر وجود میں آنے والی تہذیب ومعاشرت کے حوالے سے علامہ اقبال نے برسوں پہلے ایک انتباہ دیا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

Marfat.com

شاعر مشرق نے، جن کی نظر قرآن وسنت کی بصیرتوں کی فیض یافتہ تھی اس صدی کے اوائل ہی میں دیکھ لیا تھا کہ مغرب میں سائنس اور ٹکنالوجی کو جس مجنونانہ انداز سے انسانی خواہشات کی بے دریغ تکمیل کے لئے استعمال کیا جارہا ہے اور جس طرح جسمانی لذتوں، دنیوی عیش و آرام اور اقتدار و تسلط کے لئے فطرت کی نعمتوں اور قدرت کے بخشے ہوئے وسائل کا اندھادھند استحصال کیا جارہا ہے وہ ایک بہت بڑے خسارے کا سودا ہے جو ان چیزوں کی قیمت پر طے کیا جارہا ہے جو کرہ ارض پر انسانی زندگی کے لئے لازمی ہیں۔

آج مغرب سے مشرق تک دنیا کے کسی بھی حصے پر نگاہ ڈالیں تو انسانی زندگی ایک شدید دیوانگی کی حالت میں نظر آتی ہے۔ سائنس و ٹکنالوجی کی ہوش ربا ترقی، خاص طور پر اطلاعاتی و مواصلاتی انقلاب، کے سبب ساری دنیا سمٹ کر ایک بہت بڑے گاؤں میں تبدیل ہوگئی ہے۔ آج آپ دنیا کے کسی بھی حصے، کسی بھی گوشے میں کسی سے بھی کسی بھی وقت رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ نے آپ کے سامنے اطلاعات اور معلومات کا ایک طلسم خانہ لا کر رکھ دیا ہے۔ انسانی خواہشوں کا ایک سیلاب ہے جو امنڈا چلا آرہا ہے اور صنعت کی دنیا ان خواہشات کے مطابق روز نئی تراش خراش کی مصنوعات کے انبار لگانے میں مصروف ہے۔ زمین کے سینے پر نیزوں کی طرح گڑی ہوئی بلند و بالا اور مغرور عمارتوں والے بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے مصنوعی روشنیوں والے بازاروں میں زرق برق لباسوں اور خواہشوں کی پرستش سے بھرے دل و دماغ والی مخلوق ان مصنوعات کی خرید و فروخت میں لگی ہوئی ہے۔ بازار بڑھتے جارہے ہیں اور لباسوں، کھانوں، مکانات اور گاڑیوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے مگر لوگ بھولے ہوئے ہیں کہ یہ سب کچھ کیا کھو کر حاصل کیا جارہا ہے۔

شہروں کی ہوا کارخانوں اور گاڑیوں کے دھوئیں سے زہر آلود ہورہی ہے۔ کارخانوں کے فضلوں اور انسانی غلاظت سے ندیوں کا پانی زہر آلود ہورہا ہے۔ جنگلوں کی بے تحاشا کٹائی سے درجۂ حرارت میں ہلاکت خیز اضافہ ہورہا ہے۔ کرۂ ارض کو سورج کی روشنی میں موجود الٹرا وائلٹ شعاؤں سے محفوظ رکھنے والا اوزون کا غلاف جگہ جگہ سے

Marfat.com

پھٹ گیا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ کچھ برسوں بعد کئی ایسے جزیرے یا ملک جو سمندر کی سطح سے کم اونچائی پر ہیں غرقاب ہو سکتے ہیں۔ کیمیائی کھادوں اور جراثیم کش دواؤں کی کثرت استعمال سے سبزیوں اور پھلوں کے رگ وریشوں میں بھی زہر سرایت کرتا جارہا ہے۔ اس سب کا نتیجہ ہے کہ آج سارا کرۂ ارض ایک بھیانک ماحولیاتی فساد کی گرفت میں آگیا ہے جس کے ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔

ظاہر ہے کہ قدرت کی نعمتوں کے ساتھ یہ کھلواڑ اور فطرت کی طاقتوں کا یہ بے رحمانہ استحصال انسان کی، حد سے گذر جانے کی، اس سرشت کا مظہر ہے جس کی طرف قرآن کریم نے بار بار اشارہ کیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم قرآنی ہدایات اور سیرت طیبہ کے نقوش جمیل کی روشنی میں اس مسئلے سے متعلق اسلامی موقف کو سمجھنے کی کوشش کریں مناسب ہوگا کہ ان اسباب کا ایک مختصر تاریخی جائزہ لیتے چلیں جو انسان اور کرہ ارض کو تباہی کی دہلیز تک لے آئے ہیں۔

موجودہ ماحولیاتی بحران کی فکری جڑیں ۱۱ویں صدی میں یورپ کے اس ذہنی رویے میں تلاش کی جاسکتی ہیں جس کے تحت انسان کو کائنات کی تمام مخلوقات کا مرکز اور محور قرار دیا گیا اور انسانی عقل کو علم کا واحد ماخذ و سرچشمہ تصور کیا جانے لگا۔ علم و عقل اور انسان و کائنات کے اس تصور میں کائنات کے کسی ماورائے انسان خالق اور رب کے وجود کا کوئی خانہ نہیں تھا۔ اس طرح حقیقت کا تصور صرف یہاں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے کہ حقیقت وہی ہے جو حواس کے ذریعے جانی جاسکے اور عقل کے ذریعے ثابت کی جاسکے یعنی حواس کے دائرہ علم اور عقل کے دائرہ تصدیق سے باہر کچھ بھی نہیں۔ یہ حقیقت خالص مادی حقیقت تھی۔

عقل پرستی کا یہ ذہنی رویہ اچانک ظہور میں نہیں آیا تھا۔ اس کے لئے مغربی فکر و فلسفہ گذشتہ تین چار سو سال سے زمین تیار کر رہے تھے۔ یہ سلسلہ دراصل شروع ہوا مغرب میں احیائے علوم یا نشاۃ ثانیہ کی تحریک سے جس کے زیر اثر قدیم یونان کے عقلی علوم

Marfat.com

کو از سر نو زندہ کیا گیا اور دھیرے دھیرے انسان کے اس تصور کو استحکام حاصل ہوا جو آپ اپنی منزل اور مقصد تھا۔ اس صورت حال کو عصر حاضر کے ایک ممتاز اسلامی دانش ور پروفیسر سید حسین نصر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"احیائے علوم کی تحریک کے نتیجے میں ایک ایسا انسان ابھرا جس نے فطرت پر مکمل غلبے اور اس کی بربادی کو ممکن بنایا۔ عہد وسطیٰ کا مسیحی انسان آدھا دیوتا، آدھا انسان، آدھا فرشتہ اور آدھا ارضی انسان تھا۔ یہ ایک ایسا انسان تھا جو جنت کی طرف بھی اپنی ذمے داری سمجھتا تھا اور زمین کی طرف بھی۔ وہ ان دونوں قطبین کے درمیان سرگرداں تھا، یہ سب کچھ اس حقیقت کے باوجود ہوا کہ احیائے علوم کی تحریک نے قدیم دنیا کی دانش مندی کو دوبارہ زندہ کیا تھا اور اسے زندہ اور فعال مسیحی مسلک انسانیت نوازی سے ہم آہنگ کیا تھا۔ لیکن آخر کار نہ تو وہ مسیحی انسانیت نوازی تھی اور نہ افلاطونی انسانیت نوازی بلکہ وہ ایک ایسی قسم کا مسلک انسانیت نوازی تھا جس نے انسان کو مکمل طور پر ارضی انسان بنا دیا۔ اس کے بعد سے اس نے کسی چیز کے لئے کوئی ذمے داری محسوس نہیں کی۔ وہ کسی کا وفادار نہیں رہا اور اپنے سے پرے کسی بھی حاکمیت کو قبول نہیں کرتا تھا۔"

اسی تحریک نے ہی اس سائنسی انقلاب کے لئے راستہ بنایا جو ۱۷ویں صدی میں جدید مغربی فکر و فلسفے کے بانی دیکارت کی ذات کے محور پر قائم تھا۔ دیکارت نے ایک مشینی کائنات کا تصور پیش کیا جس میں کوئی مابعد الطبیعیاتی عامل کار فرما نہیں۔ اسی دوران گیلیلیو اور کیپلر ایک ایسی فلکیات کی بنا ڈال چکے تھے جو خالصتاً مادی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک سنگین واقعہ پیش آیا کہ کائنات کے تقدس کا وہ تصور منہدم ہو گیا جس نے اب تک انسان اور کائنات کے درمیان ایک گہرا قریبی رشتہ قائم کر رکھا تھا۔

اسی زمانے میں برطانیہ کے فلسفی فرانسس بیکن نے علم کا ایک ایسا تصور پیش کیا جس نے علم، انسان اور فطرت کے رشتوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ فرانسس بیکن نے کہا کہ علم یا سائنس قوت ہے۔ اس سادہ سے جملے میں کیسی کیسی قیامتیں پنہاں تھیں اس کا اندازہ

Marfat.com

اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اُس وقت یورپ میں ابھرنے والے نئے سرمایہ دار بورژوا طبقے نے اسے اپنا بنیادی عقیدہ اور نعرۂ جنگ بنالیا۔

اس طرح ایک ایسی دنیا وجود میں آئی جہاں کائنات خدا سے خالی تھی اور زمین پر انسان نے خدا سے بغاوت کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ عقل اس انسان کی رہنما تھی، اس کے دل میں موج زن مادی خواہشیں اس کا بنیادی محرک تھیں اور فطرت پر قبضہ، اس کا استحصال اور اس کے نتیجے میں غلبہ و تسلط اس کا نصب العین تھا۔ صنعتی انقلاب شروع ہوا جس نے مصنوعات کے ڈھیر لگا دیئے۔ یہ سلسلہ آگے بڑھا تو صنعتوں کو خام مال اور اپنی پیداوار کے لئے بازاروں کی ضرورت ہوئی۔ اس کے لئے نو آبادیات کا راستہ اختیار کیا گیا اور ایشیا و افریقہ کے بیشتر ملک یورپی طاقتوں کے زیر اقتدار آگئے۔

اس کے برعکس اسلامی روایت میں فطرت اور مظاہر فطرت کو ہمیشہ تقدس کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ انسان اور فطرت کے باہمی تعلق کے بارے میں اسلامی موقف کی وضاحت کے لئے میں ایک بار پھر پروفیسر نصر کے الفاظ مستعار لوں گا جنہوں نے اس کی نہایت بلیغ انداز میں ترجمانی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"اسلام نے ایک ایسی تہذیب کی تخلیق کی جو اپنے فطری ماحول سے ہمیشہ ہم آہنگ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بڑے سائنس داں اور ماہرین طبیعیات پیدا کئے۔ بہت سے لوگ یہ سوچتے ہیں کہ سائنسی انقلاب اسلامی دنیا میں شروع ہونا چاہیئے تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی دنیا میں مظاہر فطرت کو ہمیشہ خدا کا علم سمجھا گیا۔ قرآن حکیم کی ایک آیت کریمہ میں کہا گیا ہے، 'ہم انہیں اپنی نشانیاں افق پر اور خود ان کے اوپر دکھا دیں گے۔' قرآن کی یہ آیت کبھی بھلائی نہیں گئی۔ لہٰذا مظاہر کبھی حقیقت نہیں بن سکے۔ عربی اور فارسی زبان میں Fact کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو فیکٹ ہو۔ ہر چیز ایک نشانی ہے، علامت ہے، آیت ہے خدا کی.......
اسلام نے فطرت کو آثار خداوندی کے سوا اور کچھ بھی ماننے سے انکار کیا۔"

Marfat.com

آیئے اب ذرا تفصیل سے دیکھیں کہ قرآن کریم اور سیرت رسول پاکؐ میں انسان، کائنات، فطرت اور ان کے درمیان تعلق کی کیا صورت پیش کی گئی ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز ایک نپے تُلے انداز پر، ایک نظم و ترتیب اور توازن و تناسب کے ساتھ اور ایک خاص میزان پر بنائی گئی ہے۔

ہم نے آسمان کو بلند کیا اور ایک میزان قائم کی۔ (رحمٰن: ۴)

ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔ ایسا خیال تو (صرف) انہی لوگوں کا (ہو سکتا ہے) جو کافر ہیں۔ (صٓ: ۲۷)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (وہ سب کچھ) کھیل (تماشہ) نہیں بنایا۔ ہم نے ان کو حق کے ساتھ بنایا ہے۔ لیکن بیشتر لوگ نہیں سمجھتے۔ (الفرقان: ۳۸، ۳۹)

اور یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی اور تمہارے لئے زندگی کا سامان مہیا کر دیا (لیکن) تم بہت ناشکر گزاری کرتے ہو۔ اور یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں (اچھی) صورتیں بھی دیں۔ (الاعراف: ۱۰، ۱۱)

بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھوں میں بادشاہی ہے (زمین و آسمان کی) اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (وہ ذات) جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہ غالب ہے، بخشنے والا ہے۔ (وہی ہے) جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔ تم رحمٰن کی صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھو گے۔ پھر نظر دوڑاؤ، کیا تمہیں کہیں کوئی خرابی نظر آتی ہے؟ پھر دوبارہ نظر ڈالو تو نگاہ تمہاری طرف لوٹ آئے گی تھک ہار کر۔ اور بلاشبہ ہم نے آسمان کو چراغوں سے روشن کیا۔ (الملک: ۱ تا ۵)

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن آگے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو سمندر میں نفع کا سامان (تجارت) لے کر چلتی ہیں اور جو پانی اللہ آسمان

Marfat.com

سے اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے اور اس (زمین) میں چلنے والے جانوروں اور ہواؤں کو ادل بدل کر لانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان اٹھائے جاتے ہیں (ان سب چیزوں میں) نشانیاں ہیں (اللہ کی قدرت کی) سمجھ دار لوگوں کے لئے۔ (البقرہ : ۱۶۴)

اس طرح قرآن پاک نے ایک ایسی کائنات کی تصویر پیش کی ہے جو ہر لحاظ سے ترتیب و توازن کے ساتھ بنائی گئی ہے، اور یہ کائنات محض کھیل تماشے کے لئے نہیں بنائی گئی بلکہ حق کے ساتھ بنائی گئی ہے اور اس میں نشانیاں ہیں اس کے خالق کی تاکہ سمجھ دار اور دانش مند لوگ ان پر غور کریں اور شکر گذار ہوں اور اچھے کام کریں۔ تمام مخلوقات اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت اور ایک دوسرے کی بھلائی کریں۔ اس سے کائنات میں بقائے باہم کا اصول قائم ہوتا ہے جو اللہ کی وحدانیت کا ایک لازمی عنصر اور اس کا لازمہ ہے۔

انسان، کائنات کا ایک بہت اہم اور خاص حصہ ہے۔ اور کائنات کے تمام اجزاء و عناصر ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ قرآن پاک اور رسول اکرمؐ کی تعلیمات کے مطابق انسان پر فرض ہے کہ وہ کائنات کے اسرار پر غور کرے اور اس کے مختلف اجزاء اور مختلف مخلوقات کے لئے ذمے داری اور خیر و فلاح کا رویہ اختیار کرے۔

ایک نہایت متوازن و متناسب کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ نے انسان کو تخلیق کیا اور اسے زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کیا:

"پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔" انہوں نے عرض کیا "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزی کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" فرمایا "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔" اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر

Marfat.com

انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "اگر تمہارا خیال صحیح ہے تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ انہوں نے عرض کیا "نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔" پھر اللہ نے آدم سے کہا "تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ۔" جب اس نے ان کو سب کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا، "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے چھپی ہوئی ہیں، جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور وہ جو کچھ کہ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔ (البقرہ : ۳۰ تا ۳۳)

اس آیت کریمہ میں اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے پیدا کیا اور اسے اس منصب جلیل کے لئے تیار کرنے کی غرض سے تمام اشیاء کے نام تعلیم کیے یعنی علم کی دولت سے نوازا تاکہ وہ اپنی تخلیق کے سبب اور مقصد سے باخبر رہے اور اس خدائی منصوبے کو روبکار لائے جو اس کی تخلیق کے پس پشت کار فرما ہے۔ ایک اور آیت کریمہ میں اللہ نے فرمایا کہ انسان نے ایک امانت اپنے ذمے لی ہے:

"ہم نے (یہ) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی، سو ان سب نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈرے اور اسے انسان نے اپنے ذمے لے لیا۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ (الاحزاب : ۷۲)

یہ امانت ہے زمین پر اپنے رب کے احکام کو جاری اور نافذ کرنا۔ یہاں انسان کا اپنا کچھ نہیں۔ ساری چیزیں اور ساری حاکمیت اللہ کی ہے۔ انسان کو تو صرف اپنے پروردگار کے منصوبے کو عمل میں لانا ہے۔

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات :۵۶)

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا، اور یہ کہ تم ہماری طرف

Marfat.com

لوٹ کر نہ آؤ گے۔ (المومنون:۱۱۵)

زمین پر انسان کو اس طرح رہنا بسنا ہے کہ اس کا ہر عمل ایک عبادت کی طرح ہو۔ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

یہ دنیا حسین اور ہری بھری ہے اور بلاشبہ اللہ رب العزت نے تمہیں اس میں ایک امانت دار بنایا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کس طرح کا عمل کرتے ہو۔

اس طرح یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ اللہ نے دنیا کے تمام قدرتی وسائل انسانوں کو ایک امانت کی طرح عطا کئے ہیں۔ یہ وسائل سب کے لئے ہیں اس لئے قرآن کے نزدیک ان کا استعمال تمام مخلوقات کی فلاح و برکت کے لئے ہونا چاہئیے۔ پھر یہ کہ یہ وسائل کسی ایک زمانے کے انسانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام زمانوں کے انسانوں کے لئے ہیں، اس لئے انہیں باقی اور برقرار رکھنا بھی انسان کے فرائض میں داخل ہے۔ لہٰذا انسان کو فطرت اور قدرتی وسائل کو اس طرح استعمال و استحصال نہیں کرنا چاہئیے کہ وہ آئندہ زمانوں اور نسلوں کے لئے باقی نہ رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو یہ حق نہیں کہ اپنے فطری ماحول اور قدرتی وسائل کو تباہ کرے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی کہ اسے زندگی کی جو نعمتیں اور فطرت کے جو انعامات عطا کئے گئے ہیں انہیں مزید فروغ اور ترقی دے اور زمین کی تزئین اور حسن کاری کے سامان کرے۔

اللہ کے رسولؐ کا فرمان ہے: کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ اگر اس نے کھیتی باڑی کی ہو، درخت لگائے ہوں اور پھر اس کھیتی یا درخت سے پرندے، آدمی یا جانور خوراک حاصل کریں تو یہ اس کے حق میں صدقہ شمار نہ ہو (بخاری، کتاب الأدب)

ایک اور ارشاد نبویؐ ہے ”جس کے پاس کوئی زمین ہے اور وہ خود زراعت نہ کر سکے تو اپنے بھائی کو دے دے۔“ (بخاری، کتاب المزارعة)

اسی سلسلے کی ایک اور حدیث ہے ”اگر تم میں سے کسی پر آخری وقت آجائے اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں ایک پودا ہو تو وہ پہلے اسے لگا دے۔“ (مسند احمد ۱۲۵۱۲)

Marfat.com

اللہ کے پاک رسول نے صحرا کے کسی ایسے درخت کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے جس سے کسی انسان یا جانور کو رزق یا سایہ حاصل ہوتا ہے (مشکوۃ المصابیح)

اللہ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان کے مطابق وہ خالق ہے، ولی ہے، مالک الملک ہے، رزاق ہے، مقیط ہے، حافظ ہے۔ یہ تمام صفات انسانی زندگی اور فطرت اور قدرتی وسائل کے تحفظ اور ان کی بقاو بر قراری سے تعلق رکھتی ہیں۔ لہٰذا انسان کو بھی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے انہی صفات الٰہی کا آئینہ دار ہونا چاہیئے۔ ارشاد الٰہی ہے:

اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے رسول سے روگردانی نہ کرو، اور جان بوجھ کر اس امانت کو نہ جھٹلاؤ جو تمہیں سونپی گئی ہے اور جان لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد محض ایک آزمائش اور گمراہی کا سامان ہیں اور یہ کہ اللہ بڑا اکرم والا ہے۔ (۸:۲۷،۲۸)

مگر انسان اکثر و بیشتر خواہشات نفسانی اور شیطانی ترغیبات کا شکار ہو کر اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کے منصب سے گر جاتا ہے اور سونپی گئی امانت کی پامالی کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ حرص و ہوس، لالچ، اسراف اور تکاثر کی گرفت میں آجاتا ہے اور زمین پر فساد پھیلانے لگتا ہے۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات، انسان کے اس ناشکرے پن اور حد سے گذر جانے کی سرشت پر گواہ ہیں۔

اور کھاؤ اور پیو اور اسراف سے بچو۔ بے شک وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف: ۳۱)

بے شک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور وہ خود بھی اس پر گواہ ہے۔ اور (بات اصل میں یہ ہے کہ) وہ مال کی محبت کے باعث انتہائی بخیل ہے۔ (العادیات: ۶ تا ۸)

اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔ (الفجر: ۲۰)

اور حدود سے آگے نہ نکلو۔ بے شک اللہ حدود سے آگے نکل جانے والوں کو پسند

Marfat.com

نہیں کرتا۔ (المائدہ :۸۷)

اور یہ سب اللہ کے ضابطے ہیں۔ سو ان سے باہر نہ نکلنا۔ اور جو کوئی اللہ کے ضابطوں سے نکل جائے گا، سو ایسے لوگ تو (اپنے حق میں) ظلم کرنے والے ہیں۔ (البقرہ :۲۲۹)

سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے (الجاثیہ : ۲۳)

اللہ مثال بیان فرماتا ہے ایک (ایسی) بستی کی جو بے خوف و مطمئن تھی۔ اس (کے باشندوں) کی روزی ہر طرف سے بافراغت چلی آ رہی تھی۔ پھر (ان لوگوں نے) اللہ کی ناشکری کی تو اللہ نے (بھی) انہیں ان کے (برے) کاموں کے سبب فاقے اور خوف کا جھول اُڑھا دیا۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ان کے پاس انہیں میں سے (اللہ کے) رسول آئے مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ تو پھر ان کو عذاب نے آ پکڑا ایسے حال میں کہ وہ ظلم کر رہے تھے۔ (النحل :۱۱۲، ۱۱۳)

اور فساد پھیل گیا ہے خشکی اور تری میں انسانوں کے اعمال کی وجہ سے اور اللہ ان بداعمالیوں کا مزہ چکھائے گا جو انہوں نے کی ہیں تاکہ وہ (راہ راست) پر واپس آ جائیں۔ اے نبی کہہ دیجئے "جاؤ سارے زمین پر گھوم پھر کر دیکھو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو تم سے پہلے آئے تھے۔ ان میں سے بیشتر وہ تھے جو اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے۔ (الروم : ۴۱، ۴۲)

قرآن کریم نے بار بار زمین پر فساد پھیلانے والوں اور حد سے گذر جانے والوں کو دردناک عذاب کی یاد دلائی ہے۔ یہ فساد اس کے سوا اور کیا ہے کہ ان چیزوں کو، ان نعمتوں اور وسائل کو جو اللہ نے بطور امانت بخشے تھے تباہ و برباد کر دیا جائے اور خالق کائنات نے زندگی کا جو طریقہ مقرر کر دیا ہے اور فطرت کے جو ضابطے طے کر دیے ہیں ان کی خلاف ورزی کی

Marfat.com

جائے اور کائنات کے نظم و ترتیب اور توازن و تناسب کو بگاڑ دیا جائے۔

قرآن پاک اور رسول اکرمؐ نے اس فساد اور بگاڑ پر روک لگانے کے بارے میں متعدد ہدایات دی ہیں۔ مختلف طریقوں سے ہوا، پانی، زمین، جانوروں اور نباتات کے تحفظ اور سلامتی کی لازمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

اور ہم نے زمین کو بچھادیا اور اس میں مضبوط پہاڑ رکھ دیئے اور پھر اس میں ہر طرح کی خوش نما چیزیں اگائیں (ان میں) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہر بندے کے لئے نصیحت اور بصیرت کا سامان ہے، اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعے باغات اگائے اور کاٹے جانے والا اناج بھی۔ اور لمبی لمبی کھجوریں جن کے خوشے تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے بندوں کے لئے روزی کا سامان ہیں۔ اور اس پانی سے ہم نے مردہ (خشک) بستیوں کو از سر نو زندہ کر دیا۔ (ق : ۷ تا ۱۱)

خدا نے پانی کو زندگی کی بنیاد قرار دیا ہے "ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا (انبیاء : ۳۰) ہر جان دار اپنی زندگی کی بقا اور برقراری کے لئے پانی پر منحصر ہے، بے شک جو پانی اللہ آسمان سے زمین پر اتارتا ہے اس سے مردہ زمین پھر زندہ ہو اٹھتی ہے (البقرہ : ۱۶۴)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وہ اللہ ہی ہے جو آسمان سے پانی برساتا ہے اور ہر نوع بہ نوع پودے اور درخت اگاتا ہے۔" (الانعام : ۹۹)

اللہ نے پانی میں زندگی کے لئے لازمی چیز کی قدر و قیمت پہچاننے کی ترغیب دی ہے "کیا تم نے اس پانی کو دیکھا جو تم پیتے ہو، کیا اسے بادلوں سے تم نے برسایا یا ہم نے اسے اتارا؟ ہم چاہتے تو اسے کڑوا بنادیتے۔ تو پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے (الواقعہ :۶۸،۷۰)

پانی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ نے اسے تمام انسانوں اور جانداروں کے لئے مشترک بنادیا ہے اور اسی لئے اس پر کسی کو بھی اجارہ داری قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے "اور ان سے کہہ دیجئے کہ پانی سب میں مشترک ہے (القمر: ۲۸)

Marfat.com

رسول اللہؐ کا فرمان ہے "تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، گھاس اور آگ (ابن ماجه، کتاب الأحکام)۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ سے عرض کیا: وہ کون سی چیز ہے جس کا نہ دینا صحیح نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ پانی، نمک اور آگ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ یہ پانی! اس کو تو ہم جانتے ہیں، نمک اور آگ کا کیا معاملہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے حمیرا! جو شخص آگ دے گویا اس نے وہ ساری چیزیں صدقہ دے دیں جو اس آگ نے پکائیں اور جس نے نمک دیا اس نے وہ ساری چیزیں صدقہ کر دیں جن کو نمک نے اچھا بنایا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا تھا تو اس نے گویا کسی کو زندہ کر دیا۔ (صحیح بخاری جلد ا)

اسلام میں پانی کے ضرورت سے زیادہ استعمال سے منع کیا گیا ہے۔ رسول پاکؐ کہیں سے گذر رہے تھے، صحابیٔ رسول حضرت سعدؓ وضو کر رہے تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا اے سعد! اسے کیوں ضائع کر رہے ہو۔ اس پر سعدؓ نے پوچھا کہ کیا وضو میں بھی پانی ضائع ہوتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے جواب دیا "اس وقت بھی جب تم بہتے ہوئے دریا کے پاس ہو" (مسند امام احمد، ابن ماجه)

احادیث میں ایسے متعدد ارشادات نبویؐ ہیں جن میں کاشت کاری کے فروغ اور پیڑ پودوں کی جاں فزا اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور درختوں کو کاٹنے اور انہیں گندا کرنے سے روکا گیا ہے۔ ماحولیاتی تحفظ اور زندگی کی حرمت کا یہی عرفان ہے جس کے تحت حرم کی حدود میں کسی جاندار کے قتل یا کسی بھی درخت کو کاٹنے کی مکمل ممانعت کی گئی ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے جانوروں پر ظلم اور انہیں ایذا پہنچانے کے خلاف سخت تنبیہ کی ہے اور ان پر رحم کرنے کو اعلاترین کار خیر میں شمار کیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "ایک شخص کہیں جا رہا تھا کہ اسے پیاس لگی اور وہ ایک کنویں پر گیا اور اس کا پانی پیا۔ وہاں سے لوٹتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے تڑپ رہا ہے اور کیچڑ کھا رہا ہے۔ اس

Marfat.com

شخص نے سوچا کہ یہ کتا اسی تکلیف میں ہے جس سے میں گذر چکا ہوں۔ سو وہ کنویں پر گیا اور اس نے اپنے جوتے میں پانی بھرا اور کتے کی پیاس بجھادی۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو پسند کیا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے سوال کیا "یارسول اللہؐ! کیا جانوروں کی خدمت کار ثواب ہے؟ اس پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ "ہاں! بے شک جانوروں کی خدمت میں ہمارے لئے بڑا ثواب ہے۔" (صحیح بخاری، کتاب الوضو)

امام بخاری نے ایک اور حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "ایک عورت کو اس وجہ سے جہنم میں بھیجا گیا کہ اس نے ایک بلی کو بند کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی۔ اللہ کے رسولؐ نے مزید فرمایا "اللہ نے اس عورت سے فرمایا (اللہ بہتر جانتا ہے) "تو نے اسے نہ تو کھانا کھلایا اور نہ اس کی پیاس بجھائی جب تو نے اسے بند کر کے رکھا تھا اور نہ اسے رہا کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنا پیٹ بھر سکے۔ (صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ)

اللہ کے رسولؐ نے ایک پریشاں حال اونٹ کو دیکھا تو اس کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک کیا اور اس کے مالک کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا "کیا تمہیں اس جانور کے معاملے میں اللہ کا خوف نہیں ہے جسے اللہ نے تمہاری کفالت میں دیا ہے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس پر اس کی سکت سے زیادہ بوجھ ڈالتے ہو" (سنن ابو داؤد)۔ ایک اور حدیث ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے سرزنش فرمائی کہ کسی جانور کو اس کام کے لئے استعمال نہ کیا جائے جس کے لئے اسے پیدا نہیں کیا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "ایک شخص سامان سے لدے ایک بیل پر سوار جا رہا تھا کہ بیل نے اس کی جانب رخ کر کے کہا کہ مجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ زمین جوتنے اور آب پاشی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔" ایک حدیث میں رسول اکرمؐ نے جانوروں کو ہدف کے طور پر استعمال کئے جانے سے منع فرمایا ہے (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ)۔ اور اسی طرح ایک جانور

Marfat.com

کو کسی دوسرے جانور کے خلاف بھڑکانے اور اکسانے کی بھی ممانعت فرمائی ہے (سنن ابوداؤد)۔ رسول پاکؐ نے کسی گذشتہ رسول کا واقعہ بیان فرمایا جنہوں نے اس بات پر کہ کسی چیونٹی نے انہیں کاٹا تھا اس کا بل جلا ڈالا۔ اس پر اللہ نے ان سے فرمایا "ایک چیونٹی کے کاٹنے پر تم نے ہماری مخلوقات کی ایک پوری آبادی کو جلا ڈالا جو ہماری حمد و ثنا کرتی ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب السلام) رسول اکرمؐ نے اپنے ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ وہ ایک چڑیا اور اس کے گھونسلے کو جس میں اس کے چھوٹے بچے تھے اسی جگہ پر واپس رکھیں جہاں سے وہ انہیں اٹھا کر لائے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

قرآن و سنت کی ان تعلیمات و تنبیہات کی روشنی میں ایسے اسلامی ضابطے مرتب کئے گئے جن کے تحت فطری ماحول کے تحفظ اور قدرتی وسائل کے مفاد عامہ کے لئے استعمال کو قانونی شکل دی گئی۔

اسلامی قانون کے تحت ایک ضابطہ احیاء الموات یعنی بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے سے متعلق ہے جس کی رو سے کوئی شخص کسی بنجر زمین کو قابل کاشت بنائے تو اس پر اسے حق ملکیت حاصل ہو جاتا ہے۔ اس ضابطے کا مقصد لوگوں کو نا قابل استعمال اور بیکار پڑی زمینوں کو مفاد عامہ کے لئے قابل استعمال بنانے کی ترغیب دینا ہے۔ اسی ضابطے کے تحت خالی زمین لوگوں کو کاشت کاری یا دیگر استعمال کے لئے دی جاتی تھی۔ اس کام کے لئے سرکاری زمینیں بھی پٹے یا اجارہ پر دی جاتی تھیں۔

قدرتی وسائل کے تحفظ کی غرض سے محفوظ علاقے قائم کرنے کا ضابطہ بھی تھا۔ ان میں موجود جنگلات، پانی کے ذخائر اور جانوروں کو کسی بھی طرح نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا تھا۔ یہ روایت خود رسول اکرمؐ نے قائم کی اور ان کے بعد خلفائے راشدین نے اسے جاری رکھا اور بعد کے زمانے میں بھی اس پر عمل کیا جاتا رہا۔ اس اصول کے تحت مکہ مکرمہ کے اطراف کے سارے علاقے کو حرم قرار دیا گیا جہاں کسی بھی جاندار اور درخت کو نقصان پہنچانے پر مکمل پابندی ہے۔ ایک حدیث کے مطابق اللہ کے رسولؐ نے فتح مکہ کے

Marfat.com

موقعے پر فرمایا "اسے تقدس حاصل ہے کہ اللہ نے اسے روز قیامت تک مقدس قرار دیا ہے۔ یہاں کے کانٹے نہ کاٹے جائیں، یہاں کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے اور یہاں کوئی چیز کھو جائے تو اسے کوئی نہ اٹھائے سوائے اس کے کہ جو اسے اٹھا کر اس کا اعلان کرے، اور یہاں کے سبزۂ نودمیدہ کو کاٹا نہ جائے۔" اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے رسول! سوائے اذخر (جو ایک خاص طرح کی گھاس ہے) کے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "سوائے اذخر کے۔" (مسلم، کتاب الحج)

اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے مدینہ منورہ کے اطرف کے علاقے کو بھی حرم قرار دیا۔ فرمان نبویؐ ہے "بے شک ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں...... یہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور یہاں کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے (مسلم، جابر ابن عبداللہؓ سے روایت)

اسلامی قانون کے تحت ہر گاؤں یا قصبے کے چاروں طرف ایسا محفوظ علاقہ رکھا جانا چاہیئے جہاں کی خالی زمین پر قبضہ کرنا یا اسے ذاتی استعمال میں لانا خلاف قانون ہو۔ اس اجتماعی زمین کی دیکھ بھال علاقے کے ذمے دار افراد کے سپرد کی جاتی تھی۔ اسی طرح پانی کے ذرائع کو بھی اجتماعی علاقوں میں شامل کیا جاتا تھا۔

اوقاف کا تصور بھی اسی اسلامی ضابطے کا حصہ ہے جس کے تحت مسلمانوں کو اپنی زمین جائیداد فلاح عام کے لئے وقف کرنے کی ترغیب دی گئی۔ حضرت عمر ابن الخطاب نے خیبر کے علاقے میں کوئی قطعۂ اراضی حاصل کیا تو اس سلسلے میں رسول اللہؐ سے مشورے کے لئے حاضر ہوئے اور کہا "یا رسول اللہؐ! میں نے خیبر مین ایک قطعۂ اراضی حاصل کیا ہے۔ میں نے کوئی جائیداد ایسی حاصل نہیں کی کہ جو میرے لئے اس سے بڑھ کر عزیز ہو۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟" اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا "تم چاہو تو اسے وقف کردو اور اس کی فصل کو خیرات کردو۔" حضرت عمر کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر کا کہنا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے اسے وقف کر دیا اور اعلان کر دیا کہ اسے نہ تو فروخت کیا جائے نہ تحفے

Marfat.com

میں دیا جائے اور نہ اسے وراثت میں دیا جائے، اور اس کی فصل کو غریبوں، عزیز و اقارب کے لئے، غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں اور مہمانوں کے لئے استعمال کیا جائے۔ (بخاری، کتاب الشروط)

اس تمام گفتگو سے جو اسلامی موقف برآمد ہوتا ہے اسے مختصراً اس طرح مرتب کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تمام کائنات اور مظاہر فطرت اللہ کی نشانیاں اور آیات و آثار ہیں، اس لئے انہیں تقدس حاصل ہے۔

۲۔ انسان کو زمین پر اللہ کا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا گیا ہے اور اس کا مقصد حیات خیر و فلاح کے کام کرنا اور اپنے رب کی عبادت کرنا ہے۔

۳۔ فطرت کی تمام نعمتیں اور تمام قدرتی وسائل انسان کو بطور امانت دئے گئے ہیں۔

۴۔ انسان پر فرض ہے کہ وہ ان نعمتوں اور وسائل کو خیر و فلاح کے لئے استعمال کرے، انہیں فروغ دینے کی کوشش کرے اور ہر قیمت پر ان کے تحفظ اور بقاء و برقراری کو یقینی بنائے۔

۵۔ انسان خدا کی دی ہوئی نعمتوں اور قدرتی وسائل کے بے رحمانہ استحصال اور ان کی تباہی و بربادی یعنی زمین پر فساد پھیلانے سے بچے کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

آج ساری دنیا میں خشکی اور تری پر فساد پھیل چکا ہے۔ تمام قدرتی وسائل کو بے رحمی سے تباہ و برباد کیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ اور اب جب کہ پانی سر سے اونچا ہونے کو آرہا ہے ساری دنیا میں فطرت، فطری ماحول اور قدرتی وسائل کو بچانے کے لئے صدائیں اٹھ رہی ہیں۔ مگر اس پر بھی ترقی یافتہ ملک جو اس تباہی کے لئے سب سے زیادہ ذمے دار ہیں اپنی ذمے داریوں سے بچ رہے ہیں۔

Marfat.com

ظاہر ہے کہ ماحولیاتی فساد صرف ظاہری اقدامات کے ذریعے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سیلاب تب تک قابو میں آنے والا نہیں جب تک کہ قلب و نظر میں صفائی اور پاکیزگی پیدا نہ ہو اور کائنات کے تقدس اور انسان و فطرت کے درمیان ایک وحدت، ہم آہنگی اور باہمی انحصار کا وہ عقیدہ پیدا نہ ہو جو قرآن و سنت نے ہمیں عطا کیا ہے۔ قرآن حکیم اور رحمۃ للعالمین نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ماحولیاتی تطہیر کا ایک نہایت جامع اور مکمل ضابطہ پیش کر دیا ہے۔ انسان کو صرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنا ہے، صلاح و فلاح ایک مینارۂ نور اس کے بالکل سامنے موجود ہے۔

کم از کم ہم مسلمان جو اسلام کے آخری عالم گیر پیغام کے امانت دار ہونے کا دم بھرتے ہیں اپنے گھر، اپنے محلے، اپنے قصبے، گاؤں اور شہر سے ماحول کی تطہیر سے متعلق اسلامی تعلیمات کے نفاذ کا اعلان کر سکتے ہیں۔ باہر صفائی آئے گی تو دھیرے دھیرے ہمارے باطن بھی پاک و صاف اور منور ہو جائیں گے۔ اور اس طرح ہم دوسروں کے لئے ایک مثال بن جائیں گے۔

Marfat.com

خطبۂ حجۃ الوداع :
انسانی آزادی کا پہلا عالمی منشور *

انسان کی تہذیبی و تمدنی زندگی کے آغاز سے اب تک انسانی تاریخ نہ جانے کتنی خطابتوں کی گواہ اور نہ جانے کتنے خطیبوں کی سامع رہ چکی ہے۔ ان خطیبوں میں بڑے بڑے حکمراں اور فرماں روا بھی رہے ہیں، مذہبی پیشوا اور مصلحین بھی، صوفی اور درویش بھی رہے ہیں اور مفکر و فلسفی بھی۔ ان میں سے کسی نے انسانوں کی قومی و نسلی غیرت کو للکارا اور انہیں ساری دنیا پر چھا جانے پر آمادہ کیا۔ کسی نے انسانوں کو بھیڑ بکریوں کا بے ضرر اور بے حس ریوڑ سمجھا اور اپنی خطابت کے جادو سے اسے اپنا مطیع و فرماں بردار بنانے کی کوشش کی۔ کسی نے صرف انسانی جسم کو انسانی زندگی کی حد وانتہا سمجھتے ہوئے انسانوں کو دنیائے دنی کی لذتوں اور مسرتوں میں غرق ہو جانے کی تلقین کی۔ کسی نے انسانی جسم کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ ہے بس روح ہے اور اس تجرید کی پرچھائیں کا پیچھا کرتے کرتے انسانوں اور انسانی زندگی کو اس جگہ جا پہنچایا جہاں آدمی ایک ٹھوس سچائی کے بجائے محض ایک سایہ بن کر رہ جاتا ہے۔ کسی نے صرف تفکر پر زور دیا اور فکر کو عمل کی کوئی زمین فراہم نہ کی اور کسی نے عملی تدابیر تجویز کیں مگر اس کی فکری بنیادوں کی نشان دہی کرنا بھول گیا۔ اس پورے منظر نامے پر نگاہ ڈالیں تو کہیں بھی آدمی اپنی مکمل حالت اور وجود کے ساتھ نظر نہیں

---

* کلچرل کمیٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے زیر اہتمام یہ خطبہ دیا گیا

Marfat.com

آتا۔ کہیں وہ خود سر اور بر خود غلط آمر نظر آتا ہے جو اپنے بے اصل طاقت واقتدار کے جھوٹے زعم میں خود اپنی ہی شکست کا سامان کر رہا ہے۔ کہیں وہ محض ایک بے حس اور بے شعور عضو معطل نظر آتا ہے جسے جو بھی جس طرف بھی چاہے ہانک لے جائے۔ کہیں وہ صرف ایک جسم اور جسمانی خواہش ہے تو کہیں صرف ایک روحانی تجرید اور ایک واہمہ۔ کہیں وہ صرف ذہن ہے، کہیں محض دل اور کہیں صرف ہاتھ پاؤں۔

لفظوں، آوازوں، کلاموں اور خطابوں کے اس ہجوم میں ایک ایسا کلام اور خطاب بھی ہے جو اب سے کوئی چودہ سو (۱۴۰۰) برس اُدھر صحرائے عرب کے مہیب ویرانوں سے ابھرا تھا اور جس نے ایک لامثال تہذیبی آباد کاری کی بنیاد ڈالی تھی۔ حیرت ہے کہ یہ کلام اور خطاب ایک اُمّی کا تھا، یعنی اس شخص کا جو حرف شناس تو نہ تھا مگر جس نے حرف و لفظ، صوت و صدا اور نطق و بیان کو معانی و مفاہیم کی نئی روشنیوں سے مالا مال کیا۔ یہ وہ کلام اور خطاب ہے جسے پیغمبر آخر الزماں حضرت احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے میدانِ عرفات میں اپنی حیات مبارکہ کے آخری حج کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ روایات کے مطابق اس خطبے کے تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار مخاطبین اس حقیقت کے گواہ تھے اور آج ہم اُس گواہی پر گواہ ہیں کہ انسانی سماعت نے نہ تو اس سے پہلے ایسی کوئی آواز سنی اور نہ اس کے بعد، جس نے انسانوں اور انسانی زندگی کو اس کی تمام تر کلیت اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہو۔ اس خطبے میں دانش رسالتؐ قرآنی عرفان و بصیرت سے ایک ایسے نقطہ عروج پر اور ایک ایسی انسانی حقیقت کی صورت گری کرتی ہوئی نظر آتی ہے جس نے رہتی دنیا تک کے لئے انسانی تہذیب و معاشرت کا ایک حتمی معیار اور پیمانہ مقرر کر دیا۔ خطبہ حجۃ الوداع کو یقینی طور پر انسانی آزادی و حقوق کا پہلا عالم گیر منشور کہا جاسکتا ہے۔ اس محیر العقول انسانی اعلان نامے کے بعد تاریخ میں جتنے بھی معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی تجربے کئے گئے اور اس سلسلے میں جس قدر بھی فکری و عملی تشکیلات رو بہ کار آئیں ان سب پر رسول اکرمؐ کے اُن الفاظ کی فیض رسانی کی چھاپ نظر آتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دنیا اس فیض رسانی کا ویسا اعتراف نہیں کرتی جیسا کہ

Marfat.com

ہونا چاہیئے تھا مگر اس کے لئے خود ہماری اپنی دین فراموشی اور ہماری تہذیبی زیاں کاری ہی ذمے دار ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم خطبہ حجۃ الوداع کی امتیازی خصوصیات پر غور کریں آیئے پہلے اس کے بعض بنیادی نکات کو پیش گوش و نظر کرلیں۔

"اللہ کے آخری رسول ﷺ نے بعد حمد و ثنا ارشاد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت و اکرام والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ اس ارشادِ خداوندی کی روشنی میں نہ تو کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے، نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی و فضل کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

اللہ کے رسولِ برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اب فضیلت اور برتری کے سارے دعوے، خون اور مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پیروں تلے روندے جاچکے۔ نبیٔ آخرالزماں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کرڈالا اور اب باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر و مباہات کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لوگو! تمہارے خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کردی گئیں ہمیشہ کے لئے۔ زمانۂ جاہلیت کے خون کے سارے انتقامات اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے، ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنوہذیل نے قتل کیا تھا اب میں معاف کرتا ہوں۔ دورِ جاہلیت کا سود اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا سود ہے۔ اب یہ ختم ہوگیا ہے۔ لوگو! اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ تم نے اللہ کی ذمہ داری پر انہیں اپنا بنایا ہے اور اللہ کے کلام

Marfat.com

سے ان کے جسم کو اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اچھی طرح ان کی کفالت کرو۔

سراپا رحمت حضور سرورِ کائنات ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ہاں غلاموں کا خیال رکھو۔ انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، ویسا ہی پہناؤ جیسا کہ تم پہنتے ہو۔ لوگو اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا اور اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔"

اب آیئے غور کریں کہ ان الفاظ سے ایک مثالی انسانی معاشرے اور معاشرت کے کیا کیا اصول اور بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ یہ خطبہ ایک ایسے دور میں انسانی وحدت و وقار کی توثیق کرتا ہے جب اس کا احساس و شعور ساری دنیا میں دور دور تک ناپید تھا۔ اس خطبے میں انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرنے کا ایسا تہذیب آفریں اعلان کیا گیا ہے جس نے ایک بالکل نئی انسانی دنیا کی بنیادیں استوار کیں۔ حریت، مساوات اور اخوت کے وہ تین زریں اصول جو جدید دنیا میں انقلاب فرانس کے بعد اور اس کے حوالے سے روشناس ہوئے دراصل اسی خطبے کا فیضان ہیں۔ اس خطبے میں انسانی جبلت کو عقل و شعور کے تابع کرنے کا جو اعلان ہے اسی کی بنیاد پر ایک حقیقی جمہوری معاشرے کی تشکیل ممکن ہو سکتی ہے۔ اس خطبے میں سیاسی اور اقتصادی استحصال سے گلو خلاصی کا جو مبارک مژدہ سنایا گیا ہے وہ آج ساری دنیا میں دبے کچلے لوگوں کی آزادی کی جدوجہد کا نعرۂ جنگ بنا ہوا ہے۔

چھٹی اور ساتویں صدی کی دنیا میں جب محسنِ انسانیت ﷺ نے انسانیت کا یہ ازلی و ابدی خواب نامہ اور انسانی اقدار کی یہ اساسی دستاویز پیش کیا تو ایک طرف بڑی بڑی حکومتیں تھیں، جابر و مطلق العنان حکمراں تھے تو دوسری طرف رعایا اور غلاموں کی صورت میں انسانی ہجوم تھے جن کی اپنی کوئی انسانی شناخت نہیں تھی۔ قومیں اور نسلیں تھیں

Marfat.com

اور رنگ و نسل کے نام پر جبر و ظلم اور لوٹ مار تھی۔ سارے فیصلے صرف اور صرف طاقت کی بنیاد پر ہوتے تھے، چاروں طرف وحشت تھی، ساری دنیا انسانی جبلتوں اور منہ زور جذبوں کی تباہ کاریوں کا کھلا میدان تھی جس میں کوئی بھی شخص تہذیب شکنی اور سرکشی میں کسی بھی حد تک جاسکتا تھا۔ ایسے عالم میں یہ اعلان کہ ہر انسان کی تخلیقی اصل اور بنیاد محض مٹی ہے اور افضلیت کی بنیاد رنگ و نسل نہیں بلکہ یہ ہے کہ کون اپنے رب سے کتنا ڈرتا ہے، جابروں اور ظالموں پر کسی پہاڑ کے گرنے اور مظلوموں و مقہوروں کے حق میں اچانک بالکل ایک کھلی فضا میں نکل آنے سے، کم نہیں رہا ہوگا، جہاں آدمی آدمی کی طرح جی سکتا ہو۔ اس اعلان نے آدمی کو تمام سماجی، سیاسی اور اقتصادی جبر کے ملبے سے باہر نکالا اور محض انسان کی حیثیت سے قائم کیا جو صرف ایک واحد، برتر و بالا الوہی ہستی کے تابع ہے۔ سود کی معافی اور غلاموں سے نیک سلوک کی تلقین، اقتصادی اور معاشرتی عدل و مساوات کا اعلان نامہ تھی۔ اسی طرح آباء و اجداد کی اندھی پیروی اور ان کے کارناموں پر فخر کا خاتمہ کر کے انسانی فرد کے فیصلے اور اعمال کو اس کی اپنی عقل و شعور کی بنیاد پر استوار کیا گیا اور پچھلے تمام خون معاف کر کے انسانوں کو جبلتوں اور انتقامی جذبوں کی تابعداری سے رہائی دلائی گئی۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان باہمی احترام اور حسن سلوک پر مبنی تعلق ایک صحت مند انسانی معاشرے کی بنیاد ہے۔ اس خطبے میں مردوں اور عورتوں دونوں کو ان کے حقوق اور فرائض سے باخبر کیا گیا۔

خطبۂ حجۃ الوداع، آج ہمارے سامنے انسانی تہذیب و اقدار کے معیار اور سمت نما کی طرح قائم ہے تو اس کی وجہ ہے کہ وہ محض الفاظ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کی پشت پر وہ عملی تشکیلات ہیں جو ایک مثالی اسلامی معاشرے کی صورت میں آج بھی ہماری رہنمائی کر رہی ہیں۔ قرآن و سنت نے سماجی، اقتصادی اور سیاسی عدل و مساوات کی ایسی تعلیم دی ہے اور اس کے ایسے عملی نمونے قائم کئے ہیں جو کسی بھی دوسری معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی تشکیل میں نظر نہیں آتے۔ یہاں عدل و انصاف کسی بیرونی جبر کے ذریعہ تھوپا ہوا نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ معاشرے اور انسانی زندگی کے اندر سے پھوٹتا ہے۔ یہاں عدل وانصاف انسانی مزاج اور طرزِ عمل کا فطری خاصہ ہے اور اس کا طبعی انتخاب ہے۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ دولت جمع کرنے اور دولت کی مساوی تقسیم نہ ہونے کے خلاف خبردار کیا گیا ہے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے اور مظلوموں کی مدد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

"جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو" (التوبہ، آیت ۳۴) "کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔" (الماعون، ۱-۳) "اور تم کیا سمجھو گے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا یتیم رشتے دار کو یا مسکین خاکسار کو۔" (البلد: ۱۳-۱۶)

اقتصادی عدل وانصاف کے اسی تصور کی ایک نہایت حساس صورت رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث میں نظر آتی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ کہے گا اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا، تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا، تو تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا کہ کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے قریب پاتا۔"
(مشکوٰۃ، کتاب الجنائز)

مشکوٰۃ ہی کی ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ، جناب رسالتمآب ﷺ سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ "مومن وہ نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے قریب میں بھوکا رہے۔"

اسی طرح سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس کے پاس جو کچھ زیادہ ہے وہ ان لوگوں کے حوالے کر دے جن کے پاس وہ چیز نہ ہو۔"

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے۔

"آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی سواری کو ایک بستی کی طرف موڑ رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس زائد سواری کو اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس خوراک کا زائد ذخیرہ ہو وہ ایسے شخص کو دے دے جس کے پاس کھانے کو نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرنے لگیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔" (مسند احمد بن حنبل، ج ۳۔ ص ۳۴۷)

قانون کی حکمرانی کے آگے سب کے برابر ہونے کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ کا موقف اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ :

"حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے نبیٔ کریمؐ کی خدمت میں ایک عورت کے بارے میں بعض سفارشات پیش کیں۔ نبیٔ کریمؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں صرف اس لئے تباہ ہو گئیں کہ وہ نچلے طبقوں پر حدود جاری کیا کرتی تھیں۔ اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ سے بھی اس قسم کا فعل سرزد ہوتا تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

تاریخ کی یہ عجیب ستم ظریفی بلکہ بدنصیبی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں ایک بار پھر دنیا اسی اخلاقی اور سماجی حالت کو پہنچ گئی ہے جہاں سے اسے رحمۃ اللعالمین ﷺ نے باہر نکالا تھا۔ عصر جدید کی ترقیوں نے آج پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں بنا دیا ہے۔ فراق و فصل کے تصورات بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں، سائنس و ٹکنالوجی کی ہوش ربا ترقیات نے سہولتوں اور عیش و عشرت کے بے پناہ سامان مہیا کر دئے ہیں مگر اس کے ساتھ سماجی رشتوں کی شکست

Marfat.com

وریخت کا سامان بھی کر دیا ہے۔ آج پھر انسان، انسان کی غلامی کا شکار ہے۔ انسان جنہیں حضرت عمرؓ فاروق کے بقول ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا ایک بار پھر خواجگی کی بنائی ہوئی رنگ و نسل، قومیت، سیاسی جبر واستحصال کی زنجیروں میں جکڑے نظر آرہے ہیں۔ دنیا آج پھر اپنی تمام تر جادو گری کے ساتھ انسانی حواس پر حملہ زن ہے اور ساری انسانی زندگی مادہ پرستی کے اندھیروں میں غرق ہوتی چلی جارہی ہے۔ حرص وہوس کے طوفان ایک بار پھر انسانی تہذیب وشرافت کی آبادیوں کو تاخت وتاراج کر رہے ہیں۔ سماجی انتشار، اقتصادی عدم مساوات اور سیاسی جبر طرح طرح کی نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کو جنم دے رہے ہیں جن سے انسان اخلاقی اور روحانی طور پر کھوکھلے ہوتے جارہے ہیں۔

آج سائنس وٹکنالوجی کے محیر العقول کارنامے ہیں، فکر وفلسفے کے نئے نئے شاہ کار ہیں، انسانی عقل کی روز افزوں تشکیلات ہیں، ہر طرف روشنی کی چکاچوند ہے، چہل پہل ہے، مگر انسان کے ویران باطن میں دھول اڑ رہی ہے۔ وجہ صاف ہے کہ انسان اپنی روحانی اصل سے ہٹ گیا ہے اور انسانی زندگی فلاح وفیض کے اس ازلی وابدی سرچشمے سے کٹ گئی ہے جس سے وابستہ ہوئے بغیر انسان کی اخلاقی وروحانی باز آبادکاری کا کوئی امکان نہیں۔

خطبۂ حجۃ الوداع، وحدت الہ اور وحدتِ آدم کا ایسا آفاقی اعلان نامہ ہے جسے انسانی تہذیب کے روحانی، دانشورانہ اور تخلیقی سفر کی منزلِ مراد کہا جاسکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر انسانی تہذیب کے انتہائے کمال کو زبان میسر آجائے تو اس سے بالکل وہی الفاظ جاری ہوں گے جو اس خطبے میں نبیٔ آخر الزماں ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔ دوسری طرف حقوق انسانی کا وہ منشور ہے جسے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ کو مجلسِ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے منظور کیا تھا۔ خطبہ حجۃ الوداع کے چودہ صدیوں کے بعد جاری ہونے والا یہ اعلان جو دنیا کے تقریباً تمام اعلاترین دماغوں کی دانشورانہ اور تخلیقی کاوشوں کا ثمرہ ہے ہر لحاظ سے بصیرت محمدیؐ کے نور میں نہایا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے تہذیبی وسیاسی زوال کے بعد انسانی تاریخ جن گلی کوچوں اور شاہراہوں سے گذری ہے اسے ان پر کئی انقلابی تبدیلیوں کا تجربہ

Marfat.com

کرنا پڑا ہے۔ دانشِ یورپ کا احیاء، روشن خیالی کی تحریک، انقلاب فرانس اور انقلاب روس اس سفر کے کچھ سنگ میل ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دنیا کو تاریخ کی ان سنگلاخ وادیوں میں یوں بھٹکنا نہ پڑتا اگر وہ اسلام کے روحانی عرفان و آگہی سے وابستہ رہی ہوتی۔ آج دنیا کے پاس حقوقِ انسانی کا منشور تو ہے، حقوقِ انسانی کا احترام نہیں ہے کیوں کہ وہ اس روحانی قوت، خلوصِ نیت اور جرأتِ عمل سے محروم ہے جسے حضرت محمد ﷺ کی معجزہ کار شخصیت نے انسانوں کے پیکر خاکی میں ایک برقی رو کی طرح دوڑا دیا تھا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے عطایا اور

ان کے دعوتی اثرات

مصنفہ: ڈاکٹر ادیبہ صدیقی

صفحات: ۹۶

رسول انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک)

مصنف: عبد العلیم خطیب ندوی

صفحات: ۹۶

کتب خانہ سیرت

شاپ ۱۳، ۳، تیسری منزل، بک مال، اردو بازار۔ کراچی

0333-3114696, 0321-2834249

Whatsapp:0301-2558476

Fb.com/kutbkhanaseart

Marfat.com

علومِ سیرت اور کتبِ سیرت کے تعارف پر مشتمل مجلہ

جہانِ سیرت (اشاعت خاص)

نگارشات سیرت

سید عزیز الرحمن

مرتبین

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری　　حافظ محمد عارف گھانچی

صفحات ۳۶۸　قیمت: ۴۵۰ روپے

اہم عنوانات

○ انٹرویو　○ جائزے　○ تقاریظ

○ پیش گفتار　○ اداریے　○ تبصرے

کتب خانہ سیرت

شاپ ۳۱۳، تیسری منزل، بک مال، اردو بازار۔ کراچی

0333-3114696, 0321-2834249

Whatsapp:0301-2558476

Fb.com/kutbkhanaseart

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سماجیات

(قرآنی بصیرت اور سیرت طیبہ کی روشنی میں)

پروفیسر اختر الواسع

Marfat.com